بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام (بحیثیت دین) پسند کیا۔

تکمیل دین؟
اور فتوے

ایک بنیادی غور طلب پہلو
مع دیدار خدا کی بحث

از

فقیر سید فضل اللہ حافظ

(قومِ مہدویہ کے لئے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام (بحیثیت دین) پسند کیا۔

تکمیل دین؟

اور فتوے

ایک بنیادی غور طلب پہلو مع دیدار خدا کی بحث

از

فقیر سید فضل اللہ حافظ

(قومِ مہدویہ کے لئے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً ومصلیاً

یہ حقیر وگندہ فقیر سید فضل اللہ حافظ ابن حضرت پیر ومرشد سید عبدالحیٔ حافظ میاں صاحب تشریف اللّٰہیؒ عرض پرداز ہے کہ ۱۴؍ربجمادی الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۳۱؍اکتوبر ۱۹۹۳ء میلادِ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے سلسلہ میں قوم مہدویہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا سید محمود مجتہدی صاحب مدظلہ کے لکھے گئے ایک مضمون ''بعثت مہدی تکمیل دین کے لئے ضروری'' کو حیلہ بنا کر ''حیدرآباد کے تین عظیم تعلیمی اداروں جامعہ نظامیہ، سبیل السلام اور دارالعلوم کے عظیم المرتبت سرپرستوں کی عدم موجودگی میں یا ان کی لاعلمی سے) قوم مہدویہ کے خلاف کفر کے ناحق فتوے شائع کئے گئے اور قوم مہدویہ کو خارج از اسلام قرار دیا گیا۔

یہ فقیر چاہتا ہے کہ اپنے اصل مضمون ''تکمیل دین'' پر آنے سے پہلے چند سطروں میں ان فتوؤں کی اصلیت وحقیقت پر بھی ایک نظر ڈال لی جائے۔

فی الوقت فتوؤں کا الزامی طرز کا جواب دینا یا جواباً ترکی بات ترکی فتوے جاری کردینا اس فقیر کے پیش نظر قطعاً نہیں ہے۔ کیونکہ دینی حیثیت سے اصل مسئلہ پر توجہ باقی نہیں رہ سکتی۔ اس فقیر کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ دانشورانِ قوم اور دیگر صاحبِ علم حضرات دینی حیثیت سے خدا اور رسولؐ کی خوشنودی پیش نظر رکھتے ہوئے صرف مسئلہ پر توجہ دے سکیں اور سنجیدگی سے نوٹ لے سکیں!!

غرض قوم مہدویہ کے خلاف جاری کئے گئے کفر اور خارج از اسلام فتوؤں کا کوئی علمی موقف ہے اور نہ ہی یہ فتاویٰ آداب فتویٰ نویسی کے ابتدائی تقاضوں کی تکمیل کرتے ہیں۔

بفرض محال حضرت مولانا سید محمود مجتہدی صاحب (صدر مجلس علمائے مہدویہ ہند) کے مضمون اخبار سیاست میں کوئی سہوٗ کوئی خامی یا کوئی جھول ان مفتی صاحبان کو نظر بھی آ گئی

تھی تو اس کی تحقیق ووضاحت اور صورت حال سے واقفیت کے بغیر اتنا شدید سخت اور انتہائی اقدام (یعنی کفر وخارج از اسلام جیسا اقدام) کس طرح کیا جاسکتا ہے۔؟

مذکورہ مفتی صاحبان کو اپنے جذبہ فتوی نویسی کی تسکین کے لئے اگر فتویٰ جاری کرنا ہی مقصود تھا تو صرف مضمون نگار صاحب یا زیادہ سے زیادہ متعلقہ افراد کے خلاف جاری کیا جاسکتا تھا۔ ایسے کسی اقدام میں ایک گونہ اپنی اپنی تسلی نفس کے لئے واجبیت کی گنجائش نکال لی جانا ممکن تھا۔

لیکن صرف ایک صاحب کے مضمون (اور وہ بھی اخباری اشتہار) کی بناء پر پوری قوم کو خارج از اسلام قرار دینا جتنا کچھ بھی غیر شرعی وغیر اصولی (بلکہ ظالمانہ) اقدام ہے۔ ذرا سا غور کرنے کے بعد خود فتویٰ نویس صاحبان (مفتیوں) کی سمجھ میں بآسانی آسکتا تھا۔ (بلکہ اب تک آبھی چکا ہوگا)

مخفی مبادکہ یہ فقیر ان فتوؤں کو غیر شرعی، غیر اصولی بلکہ ظالمانہ فتوے یوں ہی قرار نہیں دے رہا ہے بلکہ قوی سے قوی تر بنیادوں پر اور مکمل اعتماد ویقین کے ساتھ ان فتوؤں کا موقف آپ کی نظروں میں لا رہا ہے۔

آج یہ بات بھی ملحوظ نظر رہنا ضروری ہے کہ رفتار زمانہ کے تحت اہل اسلام کا ہر طبقہ، ہر فرقہ مذہب سے دور ہوتا جا رہا ہے (بلکہ ہوگیا ہے) یہ کسی ایک ہی فرقہ ایک ہی مسلک یا ایک ہی طبقہ کی بدقسمتی نہیں ہے بلکہ تمام مسالک وتمام فرقوں کی شدید بدقسمتی ہے اس معاملہ میں استثنائیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اور نہ ہی کوئی مستثنیٰ ہونے کا دعویٰ کرسکتا ہے۔!!

اسی لئے خصوصی ذہنیت کے تحت فتوے جاری کرنے والے علماء میں بھی دینی، علمی واخلاقی شدید فقدان صاف نمایاں ہے!!

اگر ایماندارانہ طور پر غور کیا جائے تو صاف سمجھ میں آسکتا ہے کہ اس گئے گذرے

زمانے میں بھی صرف قوم مہدویہ کا ہی (موجودہ سخت انحطاط کے باوجود) کتاب وسنت سے رابطہ صحیح اور نسبتاً سب سے بہتر ہے۔قرآن وسنت ہی مہدویوں کا حقیقی مسلک ہے۔اس مسلک سے نسبت ورابطہ میں اعتقاداً کسی قسم کا جھول ہے نہ شکن!!

ناظرین کرام یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سنت رہی ہے کہ ہر نبی و مامور من اللہ کے ذریعہ پہلے کے انبیاءؑ ادیان وکتب اور اہم واقعات کی تصدیق اور آئندہ کی پیشین گوئی فرمائی جاتی رہی ہے۔ورنہ کسی بھی خلیفہ، نبی یا رسول کی آمد اسی زمانہ اوران ہی کی قوم وخطہ اوران ہی کے معلومات تک مقید ومحدود ہوجاتی۔اور بعد کی اُمتوں کو یہ تک بھی معلوم نہ ہوسکتا کہ پچھلی امتوں میں کونسا عمل صحیح تھا، کونسا بدل گیا اور کونسا نیا قانون لاگو ہوا اور کونسا منسوخ، کونسے نبی سچے تھے اور کس نے جھوٹا دعویٰ کیا تھا۔!!

اسی طرح حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی بحیثیت خلیفۃ اللہ تصدیق سے ہم کو قرآن وسنت کا حقیقی و عالیتی موقف تھامنے کا موقع نصیب ہوا۔اور ہماری زندگی کا مقصد صرف خدا کو بحیثیت عینی شاہد دیکھنا اور اسی مقصد کے لئے شریعت محمدیؐ پر اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر قائم رہنا مقدر ہوگیا۔اب ہم اسی مقصد پر بلا شک وشبہ قائم ہیں۔کسی بحث وتمحیص کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی۔!!

اب ہم مہدویوں میں اور عام سنی مسلمانوں میں صرف یہی فرق باقی رہ گیا ہے کہ ہم اسی دنیا میں خدا کو عینی شاہد کی طرح دیکھنے کے مشتاق ہیں اور دوسرے یا تو قطعی مایوس ہیں یا صرف آخرت میں دیکھنے کے امکان پر زندگی گزار رہے ہیں یا عبادت کررہے ہیں۔

ایسی صورت میں ایک ایسی قوم پر جو ہر طرح کتاب وسنت پر عمل پیرا ہے اور اللہ کی عینی شاہد بن جانے کے لئے ہر لمحہ، ہر لحظہ، ہر پل، ہر دقیقہ اللہ کے ہی فضل وکرم کی محتاج ومنتظر ہے اور جس قوم کی زندگی کی ہر حرکت وہر سانس اسی مقصد کے لئے وقف ہے۔کسی طرح کفر کے

یا خارج از اسلام کے فتوے داغے جا سکتے ہیں۔؟

زیادہ سے زیادہ اتنا الزام دے سکتے ہیں کہ ہم اپنی حیثیت سے زیادہ کے طلبگار ہیں۔ اگر آپ واقعی ایسا سمجھتے ہیں تو ضرور سمجھئے اس سے کوئی فرق پڑنے والا نہیں ہے۔ اور نہ اللہ کے دربار میں فضل وکرم کی کچھ کمی ہے اور وہ اپنے سے محبت رکھنے والوں اور دید کے مشتاق رہنے والوں کو نوازتا آیا ہے، نوازرہا ہے اور انشاء اللہ قیامت تک نوازتا رہے گا۔ **تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شیء قدیر** غرض عینی شہادت (دیدار) کے سلسلہ میں تو آئندہ صفحات پر مستقل گفتگو آرہی ہے۔ **فی الحال پہلے یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ کیا حضرت مہدی موعود علیہ السلام پر ایمان لا لینے سے ہمارے اصل موقف (یعنی اہل سنت والجماعت ہونے پر) کچھ اثر پڑ رہا ہے؟**

اگر ہمارے اصلی موقف میں خدانخواستہ واقعی کچھ تبدیلی آرہی ہے اور ہماری بنیاد میں کچھ فرق آرہا ہے تو یہ ضرور سوچنے اور غور کرنے کی بات ہوگی۔!!

اگر بفضل خدا ہمارے سابقہ، یعنی تصدیق مہدیؑ سے پہلے کے موقف (اہل سنت والجماعت ہونے) میں کوئی فرق نہیں پڑ رہا ہے بلکہ ہمارا موقف اہل سنت والجماعت کی اصل شاہراہ کو اور زیادہ مضبوط و مستحکم کرتا اور ہم کو اور زیادہ اللہ کے قریب کرتا ہے تو پھر بحث ہی کیا ہے اور ہمارے حق پر ہونے میں شبہ ہی کیا ہے۔ لہٰذا ہم کو پہلے اس بات کا اطمینان حاصل کر لینا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد ہمارے بنیادی اہل سنت والجماعت ہونے کا موقف کیا ہے؟

چنانچہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہونے کے بعد بھی ہمارا موقف یہی ہے کہ

(۱) مہدوی اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایک ہونے پر ایمان رکھتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں ہے اس پر بھی بدرجہ عالیت ایمان رکھتا ہے۔

(۳) مہدوی اس پر بھی ایمان رکھتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو ازلی نبوت حاصل تھی۔یعنی آدم کی خمیر کے پہلے ہی سے آنحضرت ؐ نبی تھے۔

(۴) مہدوی، حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک کے تمام انبیاء ومرسلین وخلفاء علیہم السلام پر ایمان رکھتا ہے۔

(۵) چاروں آسمانی کتابوں پر ایمان رکھتا ہے اور قرآن کے آخری کتاب ہونے پر ایمان رکھتا ہے جو قیامت تک رہے گا۔

(۶) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے آخری نبی (خاتم النبیین) ہونے اور افضل الانبیاء ہونے پر ایمان رکھتا ہے یعنی حضرت محمدؐ کے بعد قیامت تک کوئی نیا نبی نہیں آئے گا پر ایمان رکھتا ہے۔

(۷) تمام فرشتوں پر ایمان رکھتا ہے۔

(۸) آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ (چاروں خلفائے راشدین) کو آنحضرت ﷺ کے بالترتیب خلفاء تسلیم کرتا ہے۔

(۹) تمام صحابہ کرامؓ تابعینؒ، تبع تابعینؒ، صالحینؒ کو بالترتیب واجب التعظیم سمجھتا ہے۔

(۱۰) تمام احادیث پر ایمان رکھتا ہے احادیث یا احادیث متواترہ کا انکار کفر سمجھتا ہے۔

(۱۱) بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، مشکوٰۃ، ابن ماجہ ونسائی کو صحیح سمجھتا ہے اور دیگر کتب احادیث کو بھی تسلیم کرتا ہے۔

(۱۲) چاروں ائمہ مجتہدین (حضرت امام ابوحنیفہؒ حضرت امام مالکؒ حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد حنبلؒ کو برحق سمجھتا ہے۔یعنی **الحق دائر بین الائعمه الاربعة** مانتا

ہے۔اوران چاروں ائمہ میں سے جس کسی کا بھی مسئلہ عالیت پر مبنی ہو(یعنی جس کسی مسئلہ میں بھی قرآن وسنت کی زیادہ سے زیادہ پیروی اور تقویٰ و پرہیز گاری ہو) اختیار کرتا ہے۔

ناظرین کرام ......اس منزل پر کچھ دیر غور فرمایئے دوبارہ مذکورہ بالا عقائد پر ایک اور نظر ڈال لیجئے۔ **یہ فقیر آپ سے نہیں بلکہ عالم اسلام کے تمام مفتیوں سے (خواہ وہ کسی بھی ملک ومنطقہ میں رہتے ہوں) یہ سوال کرتا ہے کہ کیا اس سے بھی زیادہ کوئی فرقہ یا جماعت یا قوم اہل سنت قرار پاسکتی ہے۔؟**

یہ بھی ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ عام طور پر اصطلاحاً اہل سنت والجماعت (جن کو عرف عام میں سنی کہا جاتا ہے) کے چاروں آئمہ مجتہدین یعنی امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ امام حنبلؒ اور امام مالکؒ میں سے کسی ایک سے وابستہ ہوجانے یا کسی ایک کی تقلید کرنے والوں کو کہتے ہیں اور ان مسالک سے وابستہ ہوجانے والوں کو اسی مسلک کے لحاظ سے نام دیا جاتا ہے۔ یہاں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ان چاروں آئمہ میں بھی شدید ترین اختلافات ہیں۔ بلکہ کئی ایک مسائل میں ایک دوسرے کے خلاف فتوے تک جاری ہو چکے ہیں۔حلال اور حرام کی بھی بے شمار مثالیں مل سکتی ہیں۔نماز میں تک شدید اختلافات ہیں۔صرف طہارت اور چار رکعت والی نماز میں ہی (۲۰۰) سے زیادہ اختلافات نوٹ کئے گئے ہیں۔اور بلاشبہ یہ کوئی پوشیدہ بات نہیں ہے سب ہی واقف ہیں اس کے باوجود چاروں آئمہ کے متبعین کو سنی ہی کہا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ حال حال تک ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا نہیں کی جاتی تھی۔خود کعبہ کے اطراف چار مصلے الگ الگ رہتے تھے۔چار جماعتیں الگ الگ ہوتی تھیں۔ چند برس پہلے سعودی حکومت نے چاروں مصلوں کو سمیٹ کر ایک ہی مصلی کر دیا ہے۔حالانکہ یہ بھی ایک مسلمہ اور قطعی بات ہے کہ ایک مسلک والے کی نماز دوسرے مسلک والے کے پیچھے

ادا ہو ہی نہیں سکتی۔!! فقہی مسائل ایسے ہی سخت اختلافات کے حامل ہیں۔اس کے باوجود ''ادائی نماز کی فکر'' سے زیادہ صرف جماعت سے پڑھ لینے کو کافی سمجھا جارہا ہے۔اقتداء کے مسئلہ کو بھی لپیٹ کر رکھ دیا گیا ہے۔یعنی نماز ہورہی ہے یا نہیں اس کی فکر ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔سب چلتا ہے کہہ کر چلا لیا جارہا ہے۔صرف نمازیوں کی قطار (جماعت) میں کھڑے ہوجانا ہی عبادت اور ادائی نماز سمجھا جارہا ہے اس تمام گفتگو سے خدانخواستہ اعتراض یا عیب جوئی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ یہ بتانا مقصود ہے کہ آپس میں علانیہ شدید شرعی اختلافات اور ایک دوسرے پر قطعی گمراہی اور حلال وحرام کے فتوؤں کے باوجود مجموعی طور پر اہل سنت شمار کر لیتے ہیں اور بلا تفریق سنی کا لیبل لگا لیا جاتا ہے۔تعجب پر تعجب ہے <u>کہ **آئمہ کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ان شدید اختلافات کو اصولاً ختم کرنے کی طرف تو قطعاً توجہ نہیں دی گئی بلکہ اپنے اپنے اماموں کی پرواہ کئے بغیر ان کے تمام اصولوں کو اور پابندیوں کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بے اصول و بے قاعدہ شریک نماز و شریک عبادت ہوجاتے ہیں۔**</u>

برخلاف اس کے مہدویہ میں ان چاروں مسالک کو برحق جانتے ہوئے اور اختلافات کی یکسوئی کرتے ہوئی وہی مسئلہ اختیار کرتے ہیں جس میں زیادہ سے زیادہ تقویٰ (واتباع قرآن) پایا جاتا ہے اس پر آگے گفتگو آرہی ہے۔

اس موقع پر دنیا کا کوئی بھی عالم اس بات پر فیصلہ صادر کرسکتا ہے کہ **جب مہدوی خارج از اسلام ہیں تو ان فتویٰ جاری کرنے والوں کا دینی موقف کیا ہوسکتا ہے جو حقیقی اہل سنت والجماعت مہدویوں پر ناحق کفر اور خارج از اسلام ہونے کا فتویٰ جاری کررہے ہیں۔؟**

اور ساتھ ہی اس بات کا بھی لازماً فیصلہ ہوجانا چاہئے کہ ان سارے مذکورہ بالا اعتقادات کے باوجود **اگر ''مہدوی'' اسلام سے خارج ہیں تو پھر مسلمان کون**

ہیں اور اسلام کس چیز کا نام ہے؟!

یہاں یہ بات خصوصیت سے پیش نظر رہے کہ جس لائن اور جس منزل پر سنی اصحاب رکے ہوئے ہیں مہدوی اسی سمت اور اسی لائن پر صحت مندی کے ساتھ آگے بڑھ چکے ہیں۔ یعنی سنی اصحاب دین کے لحاظ سے جو کچھ بھی عقیدہ رکھتے ہیں اس حد تک مہدوی بھی بالکل وہی عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ زیادہ استحکام و یقین کے ساتھ رکھتے ہیں اور کوئی ایسی بات جو اکابر اہل سنت کے خلاف ہو ہرگز نہیں اپناتے بایں ہمہ مہدویوں کے پاس عین باتباع حکم رسول اللہ' تصدیق مہدی اور قرب خداوندی کا تاج و اعزاز از روئے قرآن و فرمان رسول موجود ہے!!!

لہٰذا معلوم ہوا کہ اصلاً و اصولاً مہدوی ہی اصطلاحاً نہیں بلکہ حقیقتاً اہل سنت والجماعت ہوتے ہیں۔

ایسی صورت میں بھی کیا کوئی فرقہ اسلام ان اہل سنت والجماعت (سنیوں) کے اس سے زیادہ قریب یا اس سے زیادہ موافق ہوسکتا ہے؟ اور کیا اسلام اس سے علیحدہ کوئی اور چیز ہے؟ **خدا کو حاضر و ناظر جان کر دوٹوک فیصلہ دیں!!**

مخفی مباد کہ یہاں سنی اصحاب سے مراد صحیح معنی میں بے لوث اللہ سے رسولؐ سے محبت رکھنے والے اور عقائد اہل سنت والجماعت سے دلچسپی رکھنے والے اصحاب مراد ہیں۔

غرض اس تمام گفتگو سے یہ نتیجہ نکلا کہ بفرض محال ان مفتی صاحبان کے فتوے رمق برابر بھی حقیقت رکھتے ہیں تو دنیا میں اسلام نام کی کوئی چیز ہی باقی نہیں رہے گی۔ اور نہ دنیا تمام میں کوئی مسلمان' مسلمان کہلانے کا مستحق ہوسکتا ہے! حتیٰ کہ خود مفتی صاحبان کا موقف بھی متاثر ہو جاتا ہے۔ اس کو ضدم ضدی' ہما ہمی یا تنم تنی سے نہیں بلکہ صرف انصاف سے سمجھا جاسکتا ہے۔ اللھم احفظنا!!

---------xxx--------

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضہ؟

ناظرین کرام!!! اب اس گفتگو کا دوسرے مرحلہ یہ ہے کہ مہدوی اصحاب نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ انتہائی نیک نیتی سے خلوص دل سے اور دین کی زیادہ سے زیادہ لگن وجستجو اور اعلیٰ سے اعلیٰ معیار کے ساتھ اتباع رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ خدا سے قربت و دید حاصل کرنے کے لئے ہی کیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ گہرے اور خالص سے خالص جذبہ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ اور یہی تقویٰ کا اعلیٰ سے اعلیٰ معیار متصور ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کے وعدہ اور پیشین گوئی کے مطابق آنے والی ہستی کا شدید بے چینی سے انتظار کیا جائے اور حتی الامکان تمام تحقیقی مراحل سے گذر کر فوری بیعت حاصل کرلی جائے تا کہ رسول اکرمؐ کی زیادہ سے زیادہ اور اونچے سے اونچے معیار پر تعمیل ممکن ہو سکے۔ اور رسول اکرم ﷺ سے ہماری وابستگی ومحبت میں حقیقی اضافہ ہوتا چلا جائے۔ حتی کہ ''دید'' کی منزل حاصل ہوجائے۔ (متعلقہ آیات واحادیث ووعدے وپیشین گوئیاں آگے آرہی ہیں) اگر ہم کو خدانخواستہ رسول اکرم ﷺ کا زیادہ سے زیادہ اتباع نصیب نہ ہو سکے یا خدانخواستہ اس معاملہ میں ہم سے بال برابر بھی تساہل ہوجائے تو سوائے خسارہ ایمان کے دوسری کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی!!! اس معاملہ میں دو رائے قطعاً نہیں ہوسکتیں!!

یہاں یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ نصیب میں ایمان ہو تو چھوٹے سے چھوٹا اشارہ بھی ایمان لالینے کے لئے کافی ہوجاتا ہے اور نصیب میں ایمان نہ ہو تو بڑے سے بڑا ثبوت حتیٰ کہ معجزہ بھی بے اثر ثابت ہوتا ہے اس بات سے کوئی بھی صاحب سمجھ انکار نہیں کرسکتا۔!!!

غرض مہدویوں نے صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ کے اتباع کی خاطر اور رسول اکرم ﷺ سے اپنی محبت کو استوار رکھنے کی خاطر ہی مہدی موعود السلام کی جستجو کی اور پوری پوری نیک نیتی سے تصدیق کی اور ایمان لائے۔ ہمارے اس اقدام میں شک ہوسکتا ہے نہ شبہ!!!

اس مرحلہ میں ایک اور بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ ہم نے جو کچھ بھی کیا ہے اکابر اہل سنت کے طریق پر قائم رہتے ہوئے اسی سمت بے جھول عمل کیا ہے۔ اکابر اہل سنت سے کسی بھی طرح کا انحراف نہیں کیا ہے۔ کیا اکابر اہل سنت حضرت مہدی موعودؑ کے انتظار میں نہیں تھے؟ کیا اکابر اہل سنت کو رسول اکرم ﷺ کے فرمان کا یقین نہیں تھا؟ کیا آج جو اصحاب اپنے آپ کو ''سنی'' سمجھتے ہیں حضرت مہدی موعودؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتظار میں نہیں ہیں......؟ **اور یہ جو کچھ بھی انتظار کیا جارہا ہے خود اپنی مرضی اپنی جانب سے ہی کیا جارہا ہے۔ یا اللہ اور اللہ کے رسول کے وعدہ کی بناء پر کیا جارہا ہے؟** پھر ''مہدی موعودؑ'' کہنے کا مطلب ہی کیا ہے جو ہستی اللہ اور اللہ کے رسولؐ کے وعدے کے مطابق مبعوث ہونے والی تھی اسی کو رسول اکرم ﷺ نے مہدی کا لقب دیا ہے۔ **لہٰذا جب اللہ کے اور اللہ کے رسول کے وعدے پر انتظار کیا جارہا ہے تو آخر وہ کونسی آیات قرآنی یا وہ کونسی احادیث ہیں کہ جن کی بناء پر انتظار فرمایا جارہا ہے۔**

ان منتظر سنی حضرات کی کیا کوئی علیحدہ احادیث و علیحدہ آیات ہیں؟ لازماً ان کو بھی ان ہی آیات واحادیث کو پیش کرنا ہوگا جن کی بناء پر ہم مہدوی بھی ایمان لاتے ہیں اور پیش کرتے ہیں!!

کیا ہم مہدویوں نے کوئی علیحدہ احادیث گھڑلی ہیں'؟ کوئی علیحدہ احادیث وضع

کرلی ہیں؟اور کیا اپنی طرف سے کوئی نیا عقیدہ و مذہب گھڑ لیا ہے۔؟

بفرض محال اگر ہم ایسا کرنا بھی چاہیں تو بھی کس طرح ہوسکتا ہے جبکہ ہم تمام اکابر اہل سنت کے تسلسل کو علی حالہٖ و علی حسبہٖ قائم و جاری رکھے ہوئے ہیں۔کیا موجودہ زمانے کے سنی حضرات احادیث کی کتب میں سے وہ تمام احادیث کھرچ ڈالیں گے جن سے بعثت مہدی متواتر المعنی کی حیثیت سے ثابت ہے اگر آپ ایسا کرنا بھی چاہیں تو کب کرسکتے ہیں؟۔لہٰذا آپ چاہیں تو آج اور اسی وقت بلا تاخیر اپنے شبہات کا ازالہ کرسکتے ہیں۔اور آپ بعثت مہدیؑ اور مہدی علیہ السلام کے آل محمدؐ سے ہونے کی تحقیق، تصدیق، بحیثیت متواتر المعنی کرسکتے اور مطمئن ہوسکتے ہیں۔

اصولاً تو تمام سنی حضرات کو(جو اپنے آپ کو اصطلاحاً اہل سنت والجماعت کہتے ہیں) یہ چاہیئے تھا کہ ہر ہر قدم پر تحقیق و جستجو کا جال بچھاتے اور اتباع رسولؐ کی فکر میں دن رات ایک کردیتے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت و دعوت کی طرف لپکتے۔یہی حب رسولؐ کا تقاضہ تھا یہی حب رسولؐ کی علامت تھی!! لیکن افسوس کہ رسول اللہ ﷺ کی محبت تو رہی ایک طرف، حقیقی معنی میں اتباع رسول اللہ ﷺ کا دامن تھام لینے والوں کو بلا تحقیق و تدقیق لعنت ملامت کی جارہی ہے۔کفر کے فتوے جاری کیئے جارہے ہیں اور خارج از اسلام قرار دیا جارہا ہے۔کیا یہ خود ایک قابل فتویٰ ہوجانے اور خارج از اسلام ہوجانے کا موقف نہیں ہوجاتا۔؟

غرض زیادہ سنجیدگی سے سوچنے کی بات یہ ہے کہ خدا کے فرمان، قرآن کے ایقان اور رسول اللہ ﷺ کے وعدہ و اطلاع کے مطابق جو بھی ہستی آرہی ہے اس کے بارے میں دلچسپی رکھنا اور تحقیق و جستجو کرنا داخلِ ایمانیات ہے یا نہیں؟

اگر ہم کو اللہ سے محبت ہے قرآن سے محبت ہے اور رسولؐ سے محبت ہے اور محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں تو ہماری محبت کا تقاضہ یہی ہونا چاہئے کہ اعلیٰ سے اعلیٰ بہتر سے بہتر معیار کے ساتھ اللہ کے رسولؐ کے اتباع کی دھن سوار رہے لیکن یہاں تو معاملہ ہی الٹا ہوا جارہا ہے۔ کیونکہ رسول اللہؐ کے اتباع کی جستجو کی بجائے بے سوچے' بے سمجھے' بلاتحقیق صرف ذاتیات وشخصیات کی بنیاد پر اپنے غرور وتکبر کی تسکین کے لئے نہ صرف تحقیق سے منہ موڑ رہے ہیں بلکہ اذیت رسانی اور ناجائز غیر شرعی فتوؤں کی عالمی سطح پر کثیر اشاعت میں اپنی نجات سمجھ رہے ہیں اس سے بڑھ کر اور کیا وسوسہ ہوسکتا ہے!!

کیا ان مفتی صاحبان کا یہ فریضہ نہیں ہے کہ کفر وایمان کے اور عقائد کے معاملہ میں اچھی طرح چھان بین کرنے اور شخصی طور پر مطمئن ہونے کے بعد ہی کوئی اقدام کریں؟

یہاں یہ بات بھی واضح کردینا ضروری ہے کہ اکابر اہل سنت والجماعت کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ **''ہر اہل مذہب کا ہر قول بنائے اعتقاد نہیں ہوسکتا''**۔ اسی زریں محتاط اور ہر طرح صحیح اصول کو نظر میں رکھے بغیر اعتقادی مسائل میں ہر کس وناکس کے اقوال یا خیالات کو سامنے رکھ کر بلاتحقیق ودریافت وضاحت فرقہ واری نوعیت کے فتوے جاری نہیں کئے جاسکتے۔ ایسا عمل بجائے خود آداب فتویٰ نویسی کے صریحی خلاف ہے بلکہ ظلم ہے اور اپنے اختیارات کا بے جا استعمال ہے۔!!

دیگر یہ کہ اگر اہل مذہب کا ہر قول بنائے اعتقاد سمجھ لیا جائے تو پھر پوری دنیا میں کوئی بھی مذہب صحیح وسالم نہیں رہ سکتا اور اس وقت بھی یہ فقیر مسلمانوں (کلمہ گویوں) کی ہی ایسی ایسی کتابوں' ایسی ایسی تحریروں اور تقریروں کے حوالے دے سکتا ہے کہ رونگھٹے کھڑے ہوجائیں اور ہر تحریر پر ایسے سینکڑوں فتوؤں کا صدور عمل میں آجائے۔

لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ اعتقادی مسائل میں کفر اور خارج از اسلام ہو جانے کے فتوی فرداً فرداً ذاتیات وشخصیات کے تحت آنکھیں بند کر کے لاکھوں آدمیوں کے خلاف قطعاً نہیں دیئے جاسکتے۔!!

اس کے علاوہ یہ بات بھی خصوصیت سے نوٹ کی جانی چاہئے کہ سوال جس طرح کیا جائے گا فتویٰ بھی اسی نوعیت کا آئے گا۔ لہٰذا سوال کرنے میں پوری پوری دیانت داری اور صحیح صحیح موقف کا اظہار کرنا ضروری ہے۔ ورنہ جو بھی فتویٰ آئے گا غلط بنیاد پر بلکہ دھوکے سے حاصل کیا گیا فتویٰ محسوب ہوگا۔

ناظرین کرام ......اس گفتگو کا دوسرا اہم پہلو یہ ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت ہو چکی ہے یا نہیں......؟ یہ بات بعد میں بھی کی جاسکتی ہے۔ لیکن پہلے مرحلہ میں ان مفتی صاحبان کا فرض ہے کہ جو جی میں آئے فتوے جاری کر دینے سے پہلے یہ معلوم کر لیں کہ واقعی اکابر اہل سنت کا مہدیؑ کے تعلق سے کیا عقیدہ ہے۔؟

یعنی اکابر اہل سنت کے اعتقاد کے بموجب جو بھی مہدی آئیں گے (آئیں گے بھی یا نہیں؟ اگر آئیں گے بھی تو) ان کا کیا موقف ہوگا۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے تعلق سے کیا ارشاد فرمایا ہے اور از روئے دین مہدی علیہ السلام کا کیا رتبہ ومرتبہ ہوگا۔

اس منزل کو سمجھے بغیر صرف سنی سنائی پر یا جہلا کی طرح بلا تحقیق قیاسی باتوں پر یقین رکھ کر جو جی میں آئے فتوے جاری نہیں کئے جاسکتے!!

مخفی مباد کہ فتویٰ نویسی کو اصل دین سے باطنی ربط رہنا لازم ہے۔ کیونکہ فتویٰ نویسی پوری دیانت داری سے خدا اور رسولؐ کے احکام کے عین منشاء کے مطابق فتویٰ جاری کرتا ہے۔ فتوی نویسی میں تحفظ دین ومنشائے دین کو مقصدِ اول کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ خدا اور رسولؐ کے منشاء اور مقصد کے تحفظ کی خاطر فتویٰ جاری کرتے وقت نفسانیت کو دخل دینا

ایمان سے ہاتھ دھولینا ہے۔!!

برادران عزیز......فتویٰ نویسی کی اہمیت کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے جب فتویٰ پوچھا گیا تو اللہ تعالیٰ نے خود فتویٰ دیا تھا چنانچہ قرآن میں ہے۔

یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکللہ (النساء ع ۱۷۷)(اے محمد) تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو بھی فتویٰ دینے والے ہوں ان کا فرض ہے کہ فتویٰ نویسی میں احتیاط کریں۔ فتویٰ نویسی کے اصول وضوابط کا تحفظ کریں، فتویٰ نویسی کی اہمیت وعظمت کو قائم رکھیں اور فتویٰ نویسی کے تقدس پر بال برابر حرف نہ آنے دیں۔

ناظرین کرام! ہر چیز کا ایک اصول ہوتا ہے۔ انتقام کے بھی اصول ہیں۔ حالت جنگ میں بھی اسلامی اصولوں کی پابندی کی جاتی رہی ہے۔

☆ کیا کوئی مسلمان انتقاماً ہی سہی، کسی مسلمان کے گھر کو آگ لگانے کے لئے احادیث یا قرآن مجید کے اوراق استعمال کرسکتا ہے؟ کیا کوئی مسلمان آپسی لڑائی میں، اینٹ پتھر کی بجائے قرآن مجید پھینک کر کسی مسلمان کو مار سکتا ہے؟ (نعوذ باللہ)

☆☆ اسی طرح عین اللہ تعالیٰ کے اتباع میں جاری کئے جانے والے فتوؤں کو آپسی مخاصمت یا جھگڑوں میں انتقاماً غلط بنیادوں پر قطعاً جاری نہیں کیا جاسکتا۔ فتوؤں کا تقدس پامال ہوجاتا ہے۔ **اللہ یفتیکم** (اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے) سے اسی نتیجہ کا استخراج ہوتا ہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب وسنت ہی ہمارا اصلی موقف ہے

ناظرین کرام...... اب تک تو آپ نے مہدویہ اور سنی مسلک کا مشترکہ موقف ملاحظہ فرمایا...... یہ فقیر اب آپ کو چند قرآن کی آیات اور چند احادیث (فرمان رسول اکرم ﷺ) کی طرف مختصراً متوجہ کرنا چاہتا ہے تا کہ آپ کے موقف اور اہل سنت (اصطلاحی) کے موقف میں اختلافی نوعیت کا جائزہ لینے میں آسانی ہو!!

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں سورہ ہود کی آیت ۱۷ میں ملاحظہ فرماتا ہے۔ افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه ومن قبله کتٰب موسیٰ اماماً ورحمة اولئک یومنون به ومن یکفر به من الاحزاب فالنار موعده فلا تک فی مریة منه انه الحق من ربک ولکن اکثر الناس لا یومنون (سورہ ہود آیت ۱۷)

(یعنی کیا وہ شخص جو اپنے رب کی طرف سے بینہ پر ہو اور اس کے پیچھے (اس کے رب کی طرف سے) قرآن گواہ ہو اور اس سے پہلے کی کتاب موسیٰ بھی جو اماماً ورحمہ ہے اور یہ سب اس کی تصدیق کرتے ہیں اور ان جتھوں میں سے جو بھی کفر کرے اس کی وعدہ گاہ جہنم کا ٹھکانہ ہے پس (اے محمد) اس کے متعلق شبہ میں مت رہ کیونکہ وہ تیرے رب کی طرف سے بے شک حق ہے ولیکن اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہستی جو بینہ پر ہوگی مبعوث فرمانے کا وعدہ فرمایا اور اس کی شناخت اور اس کے معیار کے لئے یہ نشانی بتادی کہ قرآن مجید گواہ ہوگا۔ اور رسول اکرم ﷺ کو یہ صاف ہدایت بھی دیدی کہ...... فلا تک فی مریة منه (اے محمدؐ تم

اس کی بعثت کے تعلق سے شبہ میں مت رہنا) اور پھر مزید واضح کر دیا گیا کہ انه الحق من ربک (بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے) اور ساتھ ہی نتیجہ بھی بتا دیا گیا کہ ولکن اکثر الناس لا یومنون (اور اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔!!)

یہ فقیر اس آیت کی عمومی حیثیت سے کی گئی تفسیر کی طرف گئے بغیر صرف اتنا واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں متعلقہ پوری پوری تفصیل بتا دی ہے۔ کوئی بھی بات باقی نہیں چھوڑی ہے۔حتیٰ کہ اس آیت کی تشریح کے لئے کسی دوسری آیت یا کسی حدیث کی ضرورت بھی باقی نہیں رکھی گئی ہے۔ ہر بات ہر مرحلہ صاف صاف واضح بیان کر دیا گیا ہے یہ آیت بذات خود ایک کتاب یا ایک باب کی حیثیت رکھتی ہے ہر چیز صاف صاف واضح اور بلا تشنہ موجود ہے۔

اس موقع پر ایک زندہ حقیقت کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری ہے کہ صاحب تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ مودودی صاحب نے خصوصیت سے اس آیت کے لفظ بینہ کو خاص نہیں بلکہ عام قرار دیا تھا۔ جب صاحب تفہیم القرآن کو اس جانب توجہ دلائی گئی تو انہوں نے اس آیت میں بینہ کو خاص ماننے سے انکار کر دیا اور ۲۵ برس تک تلاش و جستجو و مباحثہ میں مصروف رہے بالآخر انہوں نے اس آیت میں ''بینہ'' کو خاص تسلیم کر لیا۔ اور تفہیم القرآن کے ایڈیشن میں اس کی تصحیح کر دی۔ لیکن نہ معلوم کیا مصلحت درپیش تھی کہ بینہ سے آنحضرتؐ کی ذات مبارکہ مراد لے لی۔ گویا صاحب تفہیم القرآن نے ۲۵ برس محنت کر کے جزوی طور پر اتفاق کر لیا کہ من خاص ہے عام نہیں۔ (جب یہ من خاص ہوا تو اس پر ایمان لانا بھی فرض ہوا) یہ خود ایک زندہ حقیقت اور اعجاز ہے۔ لیکن انہوں نے (یعنی صاحب تفہیم القرآن نے) آیت کے آخری حصہ پر توجہ نہیں دی جس میں اللہ تعالیٰ نے خود محمد ﷺ کو مخاطب کر کے ہدایت فرمائی ہے کہ۔

(۱)   فلا تک فی مریة منه (اے محمدتم اس کی طرف سے شبہ میں مت رہو)
یعنی اے محمدتم اس صاحب بینہ کی بعثت کے بارے میں شبہ مت رکھو۔!! اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہورہا ہے کہ
(۲) (بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے) جب اللہ تعالیٰ خود ذات محمد ﷺ کو یہ تاکید فرمارہا ہے کہ وہ صاحب بینہ مبعوث ہونے والی ہستی ہے بے شک حق ہے تو کیا ایسی صورت میں اس آیت میں صاحب بینہ سے مراد خود آنخضرت ﷺ کی ذات مراد لینا کسی بھی جہت سے درست ہوسکتا ہے۔!!

غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ خود آنخضرت ﷺ کو مخاطب فرمارہا ہے کہ تیرے رب کی طرف سے وہ حق ہے تو ایسی صورت میں حق پر جو بھی ہوگا اس کو محمد ﷺ کی ہی ذات کس طرح سمجھا جاسکتا ہے۔؟

لازماً ماننا پڑے گا کہ حضرت محمد ﷺ کو یہ بتادیا جارہا ہے کہ وہ (صاحب بینہ) بے شک حق ہے اس بارے میں آپ شبہ مت کرو۔

فلا تک فی مریة منها ایک ہی تخاطب میں دونوں ضمیروں ''ک'' اور ''ہ'' کو آنخضرت ﷺ کی ہی طرف کس طرح پھیرا جاسکتا ہے؟ بلا شبہ غلط ہوجائے گا۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صاحب بینہ کے مبعوث ہونے کا نہ صرف اشارہ دیا بلکہ محمد ﷺ کو یقین بھی دلادیا کہ اس بارے میں شک وشبہ نہ کریں بے شک وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے۔!!

ناظرین کرام! یہ اس لئے بھی ضروری تھا کہ آنخضرت ﷺ افضل الانبیاء اور خاتم الانبیاء تھے۔ آپ کے بعد کسی نبی کی بعثت کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا تھا۔ لہٰذا قرآن

میں جب اوپر والی آیت کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کو یہ بات بتائی گئی کہ آپ ؐ کے بعد ایک صاحب بینہ ہستی بھی مبعوث ہونے والی ہے تو آنحضرت ﷺ کو یا صحابہ ؓ کو بھی یہ خیال گزرنا ممکن تھا کہ آخری نبیؐ (افضل الانبیاء) کے بعد ایک اور صاحب بینہ کی آمد کیسے؟؟ یہ ایک لازمی اور فطری سوال پیدا ہونا ممکن تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قبل از قبل اس بات سے آگاہ فرمادیا کہ آپ اس بارے میں کسی شک وشبہ میں نہ رہیں بے شک یہ اپنے رب کی جانب سے حق ہے۔ (انه الحق من ربک)

عجیب لیکن متوقع بات یہ کہ واقعتاً صحابہ کرام کو ایسا خیال گزرا اور انہوں نے آنحضرت ﷺ سے تشفی حاصل کر لی۔

چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ نے تفسیر کبیر (جلد ثانی) میں یہ حدیث بیان فرمائی ہے کہ ''حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل میں ہے۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں کر ہو سکے گا؟ جبکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ انبیاء تو نہیں لیکن اللہ سے ان کے قرب ومقام کی وجہ انبیاء ان سے رشک کریں گے اور وہ سب اللہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔

یہ حدیث دیگر کتابوں میں بھی باختلاف الفاظ ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مثلاً سنن ابو داؤد (معارف الحدیث) بحوالہ اسوہ رسول اکرم ﷺ مولفہ ڈاکٹر عبد الحئی صاحب' زبدۃ الحقائق اشعۃ اللمعات وغیرہ۔

اس سے ظاہر ہوا کہ بعثت مہدیؑ کے رتبہ یا مرتبہ کے تعلق سے خود آنحضرت ﷺ کے اصحاب کرام کو بھی تشویش تھی اسی لئے اصحاب نے اپنا اشتباہ یا شک (آنحضرت سے) عرض کر دیا کہ آپ تو خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے پھر آپؐ کے بعد آپؐ کی منزل میں کوئی قوم کیسے آئے گی...... لیکن آنحضرت ﷺ نے اس کی وضاحت کر دی اور

اطمینان دلا دیا کہ یہ نبی تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کے قرب و مقام کی وجہ انبیاء ان سے رشک کریں گے!!۔

ویسے بھی تفسیر کبیر جلد ثانی میں اوپر کی جو حدیث بیان ہوئی ہے اس کو قرآن سے بھی پوری پوری تائید حاصل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم و یحبونہ الایۃ یعنی اللہ تعالیٰ عنقریب ایک ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ قوم اللہ سے محبت کرتی ہے۔(المائدہ آیت ۵۴)

بعض مفسرین نے اس آیت میں قوم کے تعین میں زبردست غلطی کی ہے یہ فقیر فی الوقت اپنی زیادہ توجہ ''تکمیل دین'' کے مفہوم پر مرکوز کئے ہوئے ہے اس لئے ان آیتوں کی تفصیل وتشریح کی بجائے اشارتاً یہ واضح کر رہا ہے کہ آپ خود غور کرلیں تو آئینہ کی طرح بات صاف صاف سامنے آجائے گی۔ لفظ قوم کو ذہن سے اتار کر آیت کی تشریح کی جائے تو زندگی بھر صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوسکتا۔ اور یہی بڑی وجہ ہے کہ بعثت خلیفۃ اللہ المہدی (مہدی موعود علیہ السلام) کی طرف سے نگاہ ہٹ گئی۔ جس کے نتیجے میں قرآن کی اس اہم ترین پیشین گوئی سے لاپرواہی شروع ہوگئی۔ اور آنکھ بند کر کے قلب وفکر کی راہوں کو مسدود کر کے جو جی میں آئے تطابق پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ ورنہ اس آیت کی پیشین گوئی کو اوپر بیان کی گئی حدیث کی پیش گوئی (بعثت مہدی موعود کی پیشین گوئی) سے متعلق کرلینا کوئی مشکل یا دشوار کام نہ تھا۔ سیدھا سیدھا نتیجہ برآمد کرلیا جاسکتا تھا۔ خصوصاً حدیث مذکورہ میں بیان کی گئی اس صفت کو ذہن میں رکھتے ہوئے کہ ''**وہ سب اللہ سے محبت رکھنے والے ہوں گے۔**'' قرآن کی آیت **فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ** (عنقریب اللہ ایک ایسی قوم کو لائے

گا جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ قوم اللہ سے محبت کرتی ہے) کو بھی نظر میں رکھئے تو منظر صاف ہو جائے گا۔

ناظرین کرام اب غور فرمائیں کہ کیا امام فخر الدین رازی مہدوی تھے؟ کیا حضرت مہدی موعود کا یہ رتبہ ومرتبہ حضرت سید محمد جونپوری علیہ السلام کی بعثت کے بعد گھڑ لیا گیا ہے؟ کیا اکابر اہل سنت کے پاس' بعثت مہدی سے بہت پہلے ہی یہ اعتقاد ودرجہ متعین نہیں تھا!! ہر کوئی تسلیم کرے گا کہ آنحضرت ﷺ کے فرامین کی روشنی میں اکابر اہل سنت کے پاس حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعودؑ کی بعثت سے بہت پہلے ہی مہدی موعود خلیفۃ اللہ کا درجہ یا رتبہ متعین تھا!!!

لیکن افسوس کہ آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرنے اور اتباع کے فہم میں مبتلا رہنے والے اصحاب' حقیقت سے کوسوں دور ہیں اور صرف ہوائی او رقیاسی باتوں پر چلتے ہوئے بلا تحقیق و بلا جستجو کفر کے فتوے عائد کرتے ہیں اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں۔تو یہ کتنا بڑا ظلم ہے غور فرمایئے۔!!

غرض یہ فقیر عرض کر رہا تھا کہ آیت افمن کان علی بینة من ربه الایۃ میں تمام باتیں واضح کر دی گئی ہیں۔اس آیت کے لفظ لفظ سے حضرت مہدی موعودؑ کی بعثت کا اشارہ ملتا ہے اور اس بعثت مہدیؑ کے تعلق سے شکوک وشبہات کی کثرت کا بھی بخوبی علم ہو جاتا ہے۔جس کا سلسلہ آج تک بھی جاری ہے اور قرآن کی پیشین گوئی کے عین مطابق ہے۔مختصر یہ کہ ان تمام پیشین گوئیوں کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آیت کے بالکل آخری الفاظ میں بھی ایک زبردست پیشین گوئی فرما دی ہے کہ ولکن اکثر الناس لا یومنون(اور اکثر لوگ اس صاحب بینہ پر ایمان نہیں لائیں گے۔) اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل واحسان کا اظہار

کرنے الفاظ بھی میسر نہیں آ رہے ہیں سر جھکے کا جھکا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ولکن اکثر الناس لا یومنون (اور اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے) کے الفاظ سے شکوک وشبہات کی تابوت کو باکلیہ غرق فرما دیا۔

کیونکہ ان الفاظ کے بعد اس آیت کو آنحضرت ﷺ سے متعلق کرنے کے تمام راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اگر صاحب بینہ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات مراد لے لی جائے تو پھر اکثر لوگ ایمان نہیں لائیں گے کی پیشین گوئی غلط ہو جاتی ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ کے پاس تو جوق در جوق' فوج در فوج' پرے کے پرے ایمان لائے ہیں۔ اور قرآن کریم خود بیان فرماتا ہے کہ ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا (اور تم (جب) اے محمد دیکھ لو کہ لوگ فوج درفوج دین میں داخل ہو رہے ہیں۔ (سورہ نصر)

لہٰذا فیصلہ کن بات یہی ہوگی ولکن اکثر الناس لا یومنون کی پیشین گوئی کسی بھی طرح آنحضرت ﷺ سے متعلق نہیں ہوسکتی کیونکہ قرآن کی سب سے آخری مکمل سورۃ جو نازل ہوئی اس میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے فوج درفوج لوگ دین اسلام میں داخل ہونے کی بشارت پوری ہو جانے کی اطلاع دیدی گئی۔ (یدخلون فی دین الله افواجا) اور اسی سورۃ سے آنحضرت ﷺ کے پردہ فرمانے کا بھی اشارہ مل گیا (آپ جو تفسیر چاہیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں)

غرض یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ افمن کان علی بینة...... میں صاحب بینہ سے مراد آنحضرت ﷺ کی ذات قطعاً نہیں لے سکتے۔ کیونکہ آیت کے آخری الفاظ سے اس بات کی کھلی اور قطعی پیشین گوئی فرمادی گئی ہے کہ 'اور اکثر لوگ اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔'' لہٰذا یہ پیشین گوئی آنحضرت ﷺ سے قطعاً متعلق نہیں ہوسکتی۔ جس کا قرآن خود شاہد ہے!! البتہ لازماً ماننا پڑے گا کہ اس آیت میں صاحب بینہ سے مراد صرف اور صرف حضرت

مہدی علیہ السلام کی ذات مبارکہ ہے۔

اسی لئے آنحضرت ﷺ نے خصوصیت سے اس صاحب بینہ کی آمد کی بشارت دی اور بار بار مختلف انداز میں تاکید فرمائی حتیٰ کہ یہ بعثت صاحب بینہ (یعنی مہدی موعود کی بعثت) متواتر المعنی کے درجہ میں آ گئی اور حضرت محمد ﷺ کی زبان مبارک سے اس صاحب بینہ کی شناخت لفظ ''مہدی'' مقرر ہوگئی چنانچہ احادیث کی مشہور کتاب ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ میں یہ واضح حدیث درج ہے کہ

ثم یجی خلیفة الله المهدی فاذا سمعتم به فاتوه وفبایعوه ولو حبوا علی الثلج فانه خلیفة الله المهدی (ابن ماجہ باب خروج المہدی)

یعنی پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا پس جب تم اس کی خبر سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کرو اگر چہ کہ تمہیں برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے۔

ناظرین کرام ذرا مہربانی فرما کر **افمن کان علی بینة** الایۃ کی مختصر تشریح اور اس آیت کے آخری الفاظ کو ذہن میں رکھتے ہوئے **فسوف یاتی الله بقوم یحبهم ویحبونه** (اللہ ایک ایسی قوم کو لائے گا جس سے اللہ محبت کرتا ہے اور وہ قوم اللہ سے محبت کرتی ہے) کے اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے ساتھ اوپر بیان کی گئی حدیث کو ملا کر دیکھ لیجئے۔ آپ پر ہر چیز روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ ضد، ہٹ دھرمی یا انانیت کی بات ہی نہیں ہے صرف خدا واسطہ اور ایمان کی خاطر غور کیجئے۔

خاکم بدہن اگر خدانخواستہ یہ حدیث غلط ہے تو آج تقریباً ۱۲ سو ۱۴۰۰ سو سال سے ابن ماجہ میں کیوں موجود ہے اور کیا ابن ماجہ میں مہدوی اصحاب نے داخل کر دی ہے؟ آخر بات کیا ہے۔؟

اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کا اگر کسی مخصوص ذہنیت رکھنے والوں

کوانکار ہے تو یہ ان کا اپنا ذاتی عقیدہ ٗ ذاتی خیال اور ان کا اپنا اپنا ایمان ہے۔اور رسول اکرم ﷺ سے محبت کا ذاتی معیار ہے کہ ایک طرف تو رسول اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور دوسری طرف رسول اکرم ﷺ کے فرمان سے ٹھٹول کرتے ہیں ٗ روگردانی کرتے ہیں۔اور رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان مبارک کی ہدایت پر عمل کرنے کی طرف رمق برابر بھی دلچسپی نہیں رکھتے بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ کا اتباع کرنے والوں اور رسول اللہؐ کے فرمان کو دل وجان سے قبول کر کے اس کی تعمیل میں جی جان ایک کر دینے والوں کو ذاتی مناقشوں اور نفسانی جھگڑوں کے زیر اثر کفر کے فتوے دیتے ہیں۔خارج از اسلام قرار دیتے ہیں تو بلا شبہ فتوے خود ان فتویٰ دینے والوں پر صادق آتے ہیں۔ یا نہیں قارئین فیصلہ فرمالیں۔اس بارے میں یہ بے علم و بے بضاعت فقیر کوئی مشورہ دینا نہیں چاہتا!!

مختصر یہ کہ اگر ہم رسولؐ کی محبت رکھتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں ہی ہر لمحہ ٗ ہر قدم کمر بستہ رہنا چاہئے کہ جہاں کسی نے مہدی موعود علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا بیعت کے لئے لپکیں ٗ تحقیق کریں ٗ دریافت کریں اور بعد تشفی بیعت کریں۔نہ کہ چھوٹتے ہی اعتراض کریں۔نہ سوچیں نہ سمجھیں بس اختلاف ہی اختلاف کرتے رہیں۔

جیسا کہ اس فقیر نے پہلے بھی عرض کیا ہے ایمان کے حصول کے لئے تو چھوٹی سے چھوٹی مطمئن کر دینے والی بات بھی کافی ہوجاتی ہے لیکن جب ''نہیں اور اختلاف'' کی دہلیز پر چڑھ جاتے ہیں تو بس چڑھتے ہی چڑھتے رہتے ہیں اور یہ تک سمجھائی نہیں دیتا کہ کہاں جارہے ہیں کیا کر رہے ہیں اور کیا چھوڑ کر جارہے ہیں؟ یہ کوئی رسول اکرم ﷺ سے محبت ہے اور نہ رسول اکرم ﷺ کے احکام کی تعمیل واطاعت کا جذبہ وطریقہ!!!

ناظرین کرام......اس فقیر کو ابھی چونکہ اپنے اصلی موضوع تکمیل دین پر بھی کچھ عرض کرنا باقی ہے اس لئے اس گفتگو کو بہت زیادہ مختصر کرتے ہوئے صرف ایک دو حوالے

درج کر دینا کافی سمجھتا ہے تاکہ قارئین کرام کو ہم مہدویوں کو اپنے اصلی موقف کو سمجھنے میں مدد ملے اور صحیح طور پر اس بات کا اندازہ ہو سکے کہ ہم کتاب وسنت پر کس طرح شدت سے قائم ہیں اور دنیائے اسلام کے تمام فرقوں میں کتاب وسنت پر مقابلتاً ہمارا موقف کس قدر مضبوط و مستحکم ہے!!

چنانچہ اکابر سلف الصالحین اہل سنت نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ **المهدی منی یقفوا اثری و لا یخطی** مہدی میری اولاد سے ہوگا میرے نقش قدم پر چلے گا خطا نہ کرے گا۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) نے فتوحات مکیہ باب ۳۶۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ

> ''رسول اللہؐ نے کسی امام کی نسبت یہ نہیں فرمایا کہ وہ میرے بعد وارث ہوگا اور میرے نقش قدم پر چلے گا اور خطا نہیں کرے گا خاص مہدیؑ کے بارے میں فرمایا پس آنحضرت ﷺ نے مہدی اور احکام مہدی کی عصمت کے بارے میں اسی طرح کی شہادت دی ہے۔ جس طرح خود آنحضرت ﷺ کی عصمت پر دلیل عقلی شاہد ہے۔''

اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ جس طرح معصوم عن الخطاء ہیں حضرت مہدیؑ بھی معصوم عن الخطاء ہیں۔ اس لئے مہدی علیہ السلام کے لئے امام معصومؑ کی اصطلاح اصولاً غیر مستعمل رہی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے ارشاد مبارک کے بموجب الفاظ کی حفاظت ہوتے آئی ہے اگر کسی کو مہدی علیہ السلام کے لئے بھی معصوم عن الخطاء کے الفاظ سے آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی نظر آتی ہے تو رسول اکرم ﷺ کی محبت جتاتے ہوئے رسول اکرم ﷺ کے فرمان (حدیث شریف کے الفاظ (**یقفوا اثری و لا یخطی**)

کو ہی کھرچ ڈالے اور اپنی محبت کا عملی ثبوت دے!! اسی طرح علامہ طحطاوی نے حاشیہ دار المختار میں تحریر فرمایا ہے کہ

''مہدی مجتہد نہیں ہیں کیونکہ مجتہد کے احکام قیاسی ہوتے ہیں اور مہدیؑ کے لئے قیاس حرام ہے۔ اس لئے کہ مجتہد خطا کرتا ہے اور مہدیؑ سے ہرگز خطا نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ اپنے احکام میں معصوم ہے جس کی شہادت رسول اکرم ﷺ نے بھی دی ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کی یہ شہادت اس امر پر مبنی ہے کہ انبیاء و خلفائے الٰہی کے لئے اجتہاد جائز نہیں۔ (بحوالہ نقلیات و توضیحات میاں عبد الرشیدؒ)

ناظرین کرام غور فرما سکتے ہیں کہ یہ اکابر اہل سنت کی تحریر ہے اور اس تحریر سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کا موقف دیگر مجتہدین جیسا نہیں ہوتا بلکہ وہ معصوم عن الخطا ہیں جس کی شہادت خود آنحضرت ﷺ نے دی ہے۔ اور اپنی زبان مبارک سے خلیفۃ اللہ مہدی فرمایا ہے اگر کوئی شخص حضرت مہدی علیہ السلام کو بھی مجتہد سمجھتا ہے یا مجتہدین میں شمار کرتا ہے تو اپنا ایمان ضائع کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ

حضرت مہدی علیہ السلام نے چاروں ائمہ کریم رحمہم اللہ علیہ میں بحیثیت خلیفۃ اللہ و بمنصب مامور من اللہ اتحاد کی صورت پیدا فرما کر ایک بہترین معیار ہاتھ میں دے دیا کہ جس کسی بھی امام کے پاس عالیت پر مبنی احکام ہوں عمل کیا جائے گویا اہل سنت والجماعت کے شدید اختلافات کو بھی حضرت مہدی موعود علیہ السلام نے ختم فرما دیا اور اصولی طور پر سب کو متحد فرما دیا۔ غور فرمائیے کیا یہ اہل سنت والجماعت کے اختلافات کو ختم کر کے اسلام کی رسی کو مضبوط کر دینا ہے یا خارج از اسلام ہو جانا ہے۔ ایسی صورت میں کفر کے فتوے اور خارج از اسلام کے فتوے جاری کئے جائیں تو پھر اسلام باقی ہی کیا رہ جائے گا کہ یہ مفتی صاحبان بحیثیت اسلام کوئی چیز پیش کر سکیں۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ مہدویت ہی عین اسلام ہے اور عین

سنت والجماعت ہے۔

غرض اس مختصر سی گفتگو کے بعد کچھ کچھ اندازہ ہوسکتا ہے کہ مہدویت کی اصل بنیاد صرف اللہؐ اللہ کے رسولؐ پر اور تمام بزرگان اہل سنت کے متفقہ عقائد پر قائم ہے۔

اور مہدویوں نے جو کچھ بھی بیان کیا ہے وہ آج نہیں تو کل معترض اصحاب کو بھی یہی سب کچھ بیان کرنا پڑے گا۔ اس کے سوائے چارہ نہیں ہے۔

اگر ہماری پیش کردہ آیات واحادیث اور اقوال اکابر سنت کو رد کر دیا جائے اور ناقابل قبول قرار دیا جائے تو آپ کے عقیدہ کے مطابق جو بھی مہدی آنے والے ہیں یا آپ جن مہدی موعود کے منتظر ہیں ان کے ثبوت میں کونسی آیات اور کونسی احادیث اور کون سے اقوال پیش کئے جائیں گے بتانا بھی عین داخل دین ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کے رسولؐ کے وعدے و پیشین گوئی کے مطابق ہی مہدیؑ آئیں گے اسی لئے مہدی موعود بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا آپ حضرات مہدی کے منتظر ہیں تو کن آیات وکن احادیث کی بناء پر منتظر ہیں بتانا پڑے گا یہ بتائے بغیر بات مکمل ہرگز نہیں ہوسکتی۔!!

یہاں ایک اہم بات بھی ملحوظ رہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت ہو جانے کے بعد جب تصدیق کر لی گئی ہے اور بیعت کر لی گئی ہے تو متعلقہ تمام باتوں کا ازروئے قاعدہ ازروئے طریقہ اطلاق ہوگا اور ضرور ہوگا۔ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کی بعثت کے بعد گذشتہ زمانے کی پیشین گوئیوں کے مطابقت کے علاوہ آنحضرت کی ذات مبارکہ کی تصدیق و بیعت کے بعد تمام باتیں اور متعلقات لاگو ہو جاتے ہیں۔

اور جس طرح آنحضرت ﷺ کی بیعت کے بعد آپ کے فرمودات دین ایمان ہو جاتے ہیں اسی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کی بیعت کے بعد آپ کے فرمودات بھی قرآن وحدیث کے احکام کے مطابق دین وایمان ہو جاتے ہیں کیونکہ حضرت مہدی علیہ

السلام کسی مجتہد کی طرح قیاس پرنہیں بلکہ راست خلافت الٰہیہ کے تحت ہی قرآن اور رسولؐ کا اتباع کرتے ہیں۔اور بحیثیت خلیفۃ اللہ، مامور من اللہ، قرآن اور فرمان رسولؐ کا معنی بیان فرماتے ہیں جو بلا شبہ کسی بھی خطا کے امکان سے بعید ہے۔!!

ناظرین کرام...... مہدویوں نے صرف رسول اللہ ﷺ کی خوشنودی اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کی پابندی کے شوق وجذبہ سے ہی حضرت مہدی علیہ السلام کی بیعت حاصل کی ہےاور زیادہ سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع پیش نظر رہا ہے۔اس لئے ہم خدا کے سوائے کوئی اور چیز چاہتے ہی نہیں۔ہم خدا کو بھی خدا ہی سے چاہتے ہیں تو پھر دوسری چیز کا شمار کیا اور قطار کیا۔؟

الحمدللہ مہدوی طالب دیدار خدا بن کر، خدا سے اور زیادہ قریب ہو گئے ہیں اور عبد ورب کا درمیانی فاصلہ کم ہو گیا ہے۔جو چیز مل سکتی ہے، جو چیز دکھ سکتی ہے اس کی تلاش وجستجو میں لگن بھی ہوگی اور ذہنی وابستگی بھی زیادہ ہوگی۔

اگر ذہنوں میں عقیدۃً یہ بات بیٹھی ہوئی ہو کہ خدا ملنے کا ہے نہ دکھنے کا اور نہ ہم دیکھ سکنے کے قابل ہیں تو ایسے عقیدہ کی وجہ عبادتوں کی لگن اور ارتکاز کا درجہ کیا ہوگا ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔!!!

یہی وجہ ہے کہ مہدویوں کی عبادتیں سوائے طلب مولیٰ کے اور کوئی مقصود نہیں رکھتیں نہ زر نہ دولت نہ تنخواہ طلب نہ جاہ نہ منصب صرف خدا ہی خدا اور بس!! ہماری عبادتیں اس لئے بھی زیادہ موثر ہیں کہ مہدوی اسی دنیا میں **آخرت کی زندگی گزارنے کو اپنی عین زندگی سمجھتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کے فرمان ''موتوا قبل ان تموتوا'' کے تحت اسی دار دنیا میں بحالت ہوش وحواس و بحالت زندگی بعد الموت......(آخرۃ)**

کی زندگی کا نمونہ بن جاتے ہیں۔اسی لئے ہم کو عین یقین ہے کہ ہم نے حضرت مہدی علیہ السلام کی بیعت سے اللہ اور اللہ کے رسول ؐ کو حقیقی معنی میں پالیا۔

اسی بات کو آپ اس طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مہدویت میں داخلہ لینے کے لئے پہلے اہل سنت والجماعت کا کورس پورا کرنا اور اس کی اہلیت پیدا کرنا ضروری ہے۔جیسے کہ ایم اے ٗ ایم فل کئے بغیر پی ایچ ڈی نہیں کر سکتے اسی طرح اہل سنت والجماعت کے عقائد پر قائم ہوئے بغیر مہدویت کو حاصل نہیں کیا جاسکتا۔!!اس کے باوجود اگر یہ سب کچھ اسلام میں داخل نہیں ہے تو پھر اسلام کی کیا تعریف ہے از سر نو متعین کرنا پڑے گا۔

یہ جو کچھ بھی عرض کیا جارہا ہے وہ صرف اہل سنت والجماعت ہی کے عقائد ومسلمات کی روشنی میں ہے۔عقائد اہل سنت والجماعت سے علیحدہ کوئی دوسری چیز قطعاً نہیں ہے۔

یہاں یہ بھی واضح کرنا ضروری ہے کہ یہ شخصیات کی بحث نہیں ہے ہر قوم اور ہر ملت میں اچھے بُرے سبھی ہوتے ہیں اس لئے شخصیات کی مثال نہیں دی جاسکتی اصول اور بااصول شخصیتوں سے بحث ہوتی ہے بے اصولی یا بے اصول شخصیتوں کی مثالیں نہیں دی جاسکتیں!!!وما علینا الا البلاغ!!

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دین اور اسلام

اب یہ حقیر فقیر اپنی شدید بے بضاعتی و بے بساطی کے گہرے احساس کے ساتھ اصل موضوع...... تکمیل دین کی طرف رجوع کر رہا ہے قبل اس کے کہ اس تعلق سے کچھ عرض کیا جائے ایک اہم اور ضروری سوال آپ حضرات کی خدمت میں پیش ہے اس کا جواب دیئے بغیر آگے بڑھنا تحفظات ذہنی کو دعوت دینا ہے عرض ہے کہ

قرآن مجید (بسم اللہ...... سے والناس تک) پورے کا پورا دین ہے یا نہیں؟ اگر پورے کا پورا قرآن مجید ''دین'' نہیں ہے تو کیا اس میں کا کچھ حصہ یا بعض آیات دین سے خارج ہیں؟

لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ پورے کا پورا قرآن مجید ''دین' ہے اب یہ بات غور طلب ہو جاتی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر......**الیوم اکملت لکم دینکم** والی جو آیت نازل ہوئی اگر اسی آیت کو دین کی آخری آیت سمجھ لیا جائے یا اسی آیت کے نزول کے ساتھ ہی دین ہر طرح مکمل ہو گیا قیاس کر لیا جائے تو پھر اس آیت کے بعد نازل ہونے والی آیتوں کا کیا موقف ہے؟ کیا **الیوم اکملت لکم دینکم** کے بعد نازل ہونے والی آیتیں دین سے خارج ہیں؟ اگر واقعی دین سے خارج ہیں تو پھر قرآن میں اس آیت کے بعد آنے والی آیتوں کی موجودگی کیسے اور ان کا موقف کیا ہے؟

الیوم اکملت لکم دینکم کے بعد نازل ہونے والی آیتوں کو یہاں درج کیا جا رہا ہے آپ بھی غور فرمایئے۔

(۱) **یستفتونک قل اللہ یفتیکم فی الکلالہ** (النساء ۱۷۶)

یعنی (اے محمد) تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو کہدو کہ اللہ تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے۔اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترکہ کی تقسیم کی ایک اہم آیت ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں فتویٰ پوچھا گیا تھا۔اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھے گئے فتوی کا جواب بطور فتویٰ دیا ہے۔

آیت مذکورہ میں خود فتویٰ کے الفاظ موجود ہیں **قل الله يفتيكم** (اللہ تمہیں فتویٰ دیتا ہے) اور یہ آیت **اكملت لكم دينكم** کے بعد نازل ہوئی ہے۔(معارف القرآن مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع صاحب) لہٰذا یہ سوال پیدا ہونا لازم ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا فتویٰ دین میں داخل نہیں ہے؟ اگر یہ دین میں داخل ہے تو پھر'' **اليوم اكملت لكم دينكم** '' (آج تمہارے لئے ہم نے تمہارا دین مکمل کر دیا) کے بعد کیوں نازل ہوئی۔جبکہ دین مکمل کر دیئے جانے کا اعلان فرما دیا گیا۔جیسا کہ آپ خود بھی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ترکہ کی تقسیم میں کلالہ کا شرعی موقف بھی اہم اور ضروری تھا۔اس کے بغیر ترکہ کی تقسیم کا قانون تشنہ رہ جاتا۔لہٰذا سوچنا پڑتا ہے کہ شرعی قانون کی وضاحت و تفصیل بتانے والی آیت (جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے بطور فتویٰ آئی ہے) کو دین سے کس طرح خارج سمجھا جا سکتا ہے لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ آیت بھی دین میں داخل ہے۔خارج قرار نہیں دی جا سکتی۔جب یہ آیت دین میں داخل ہے تو پھر دین کے مکمل کر دیئے جانے کے اعلان کے بعد کیوں نازل ہوئی۔**اس کی وضاحت کرنا مفتی صاحبان کا فرض ہے۔ان کے فتوؤں کا کارنامہ ملاحظہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے فتوے کو ہی خارج از دین کر دیا۔فاعتبروا یا اولی الابصار**

(۲) اسی طرح سورہ توبہ کی آخری آیت یعنی **لقد جاء كم رسول من انفسكم** سے **وهو رب العرش العظيم** تک بھی **اليوم اكملت لكم دينكم** کے بعد نازل

ہوئی ہے کیا یہ آیت بھی دین سے خارج ہوسکتی ہے۔ اگر داخل ہے تو پھر دین کے مکمل کر دیئے جانے کے بعد یہ آیت کیوں نازل ہوئی۔

(۳) اسی طرح **یایھا الذین امنو اتقوا اللہ وذروا ما بقی من الربوا** (سورہ بقرہ آیت ۲۷۸) بھی بعض روایتوں سے **الیوم اکملت لکم دینکم** یعنی دین کے مکمل ہونے کے اعلان کے بعد نازل ہوئی اوراس میں سود کے تعلق سے اہم ہدایت درج ہے جو بلا شبہ دین سے تعلق رکھتی ہے۔

(۴) **واتقوا یوما ترجعون فیه الی اللہ** (سورہ بقرہ آیت ۲۸۱)

حضرت ابن عباسؓ کی روایت سے یہ آیت بھی سب سے آخری آیت ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سب سے آخری آیت ہو یا نہ ہو **الیوم اکملت لکم دینکم** کے بعد نازل ہونے والی آیت تو ثابت ہوجاتی ہے۔

غرض اس موقع پر اس سے قطعاً بحث نہیں ہے کہ واقعتاً سب سے آخری آیت کونسی ہے لیکن یہاں اس بات سے بحث ضرور ہے۔ اور بحث بھی کیسی بحث زندگی یا موت' ایمان یا کفر جیسی اہم بحث کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** کے بعد نازل ہونے والی آیتیں دین میں داخل ہیں یا دین سے خارج؟

لازماً ماننا پڑے گا کہ یہ آیتیں جن میں اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا فتویٰ بھی موجود ہے دین سے خارج ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔ اگر اس معاملہ میں ضرورت سے زیادہ عقل مندی کا مظاہرہ کیا جائے یا علمی گھمنڈ بتایا جائے اوران آیات کو دین سے خارج سمجھا جائے تو شرعی طور پر نا قابل تبدیل شدید حکم عائد ہوسکتا ہے۔!!

لہٰذا اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جو اس وہم میں مبتلا ہیں کہ" **الیوم اکملت لکم دینکم**'' کی آیت کے نزول کے ساتھ ہی دین مکمل ہوگیا یا قرآن کا تنزیلی

مرحلہ ختم ہو چکا تو اس سے زیادہ شدید غلطی کوئی نہیں ہوسکتی۔ بعض لوگ خطبہ کے دوران میدان عرفات میں آنحضرت ﷺ کی جانب سے تین مرتبہ دین پہنچا دینے کے اعلان پر سے اور تمام مسلمانوں کی گواہی پر سے بھی دین کے ہر طرح مکمل ہو جانے کا استدلال کرتے ہیں اور یہ دعویٰ کرتے ہیں (بلکہ فتویٰ بھی دیتے ہیں کہ) دین نامکمل رہ گیا کہنا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی کرنا ہے۔

گویا عام طور پر اس وہم کی بنیاد پر جو لوگ نتائج اخذ کرتے ہیں ان سے شدید غلطی ہونا بھی لازمی ہے اور اسی فکری غلطی کی بناء پر غلط فتوے تک بھی جاری کر دیتے ہیں۔ یہی فقدانِ دین فہمی کہلاتا ہے۔!!

غرض **الیوم اکملت لکم دینکم** (آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) کے نزول کے بعد ہی سے یہ نتیجہ نکال لینا یا یہ سمجھ لینا کہ ہر طرح دین مکمل ہو گیا ایک شدید فکری غلطی ہے۔ کیونکہ آیت کے نزول کے وقت دین کے مفہوم کا تعین جب تک نہیں ہو جاتا دین کی تکمیل کے صحیح مفہوم سے آپ دور ہی رہیں گے۔

بہر حال جو لوگ واقعی مذکورہ بالا وہم میں مبتلا ہیں کہ اس آیت کے نزول کے ساتھ ہی تنزیلی طور پر دین مکمل ہو گیا ان پر خود بخود اس بات کی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے کہ ''**الیوم اکملت لکم دینکم**'' کی آیت کے نزول کے بعد نازل ہونے والی آیتوں کو بحیثیت دین قرآن میں کیوں شامل رکھا گیا ہے اس کی وضاحت کریں۔ یا پھر لفظ دین کا استعمال اس آیت میں کن معنی میں ہوا تھا متعین کریں۔

ورنہ یہ الزام عائد ہو گا کہ دین مکمل ہونے کا اعلان سہواً ہو گیا تھا۔ (نعوذ باللہ) اور ازالہ سہو کے طور پر دوبارہ مذکورہ بالا آیتوں کا نزول ہوا تھا۔

یہ ایک ایسی بات ہے جس کی وضاحت کئے بغیر دین مکمل ہو گیا کہنا کسی طرح

درست نہیں ہوسکتا!!

<u>دوسرا نہایت اہم پہلو یہ ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ کی جتنی بھی زندگی رہی ہے وہ داخل دین ہے یا خارج دین!!!؟</u>

یعنی آسان زبان میں یہ پوچھا جاسکتا ہے کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** کی آیت نازل ہوجانے کے بعد اور بقول ان فتوی دینے والوں کے دین مکمل ہوجانے کے بعد) کی رسول اللہ ﷺ کی زندگی داخل دین ہے یا نہیں اور ہمارے لئے رہنما بحیثیت نبیؐ (شارع) ہے یا نہیں؟!! کیونکہ حضور اکرم ﷺ سے حجۃ الوداع کے بعد بھی سینکڑوں احادیث آئی ہیں آخر ان کا شرعی موقف کیا ہے۔؟

اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** کے نزول کے بعد اگر دین واقعی مکمل ہوگیا ہے تو اس آیت کے بعد کی زندگی دور نبوت میں شامل ہے یا خارج؟

کیونکہ دین مکمل ہوجانے کے اعلان کے ساتھ ہی نبوت کا شرعی پہلو بھی مکمل ہوجانا ضروری ہوا۔ بالفاظ دیگر کیا **الیوم اکملت لکم دینکم** کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ برائے نام اور نعوذ باللہ بلا فیض نبوت تھی۔؟

غور فرمایئے کہ ناعاقبت اندیش فتوؤں نے دین کی تکمیل کی بات کو کہاں سے کہاں پہنچادیا!!

یہ سوالات کرتے ہوئے اور ممکنہ نتائج ظاہر کرتے ہوئے اگرچہ اس حقیر فقیر کا کلیجہ پارہ پارہ ہوا جارہا ہے۔ لیکن دین کو (ہر اعتبار سے) مکمل ہوگیا کہنے والوں کو سمجھنے سمجھانے کے لئے یہ سوالات رکھنا بے حد ضروری ہوگیا ہے کیونکہ آیت کا حقیقی معنی سمجھے بغیر دین مکمل ہوگیا کہنے والے مفتی صاحبان نے اسی بنیاد پر کفر کے فتوے جاری کئے ہیں۔ اور حقیقی

مسلمانوں کو خارج از اسلام قرار دیا ہے اور رسولؐ کی شان میں گستاخی کا گمان کیا ہے ورنہ ہمارا تو ایمان اور پکا ایقان ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی آخری سے آخری بات اور آخری سے آخری سانس اور آخری سے آخری عمل بھی عین فیض نبوت ہے اور نبوت میں شامل ہے اس میں شبہ کرنا ایمان غارت کر لینا ہے۔!!

لہٰذا یہ بات غور طلب ہوگئی کہ آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** کے بعد نازل ہونے ولی قرآنی آیات اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کی زندگی اور قول و عمل کا کیا موقف ہے؟

اگر یہ سب کچھ دین کا جز ہے دین کا ہی حصہ ہے تو پھر دین مکمل ہو گیا جن معنی میں سمجھا جا رہا ہے اور جن معنی کو ذہن میں رکھ کر فتویٰ دیا جا رہا ہے غلط ہوگا۔

یعنی اس آیت **الیوم اکملت لکم دینکم** ......کا جو مفہوم لیا جا رہا ہے اور جن معنی کو متعین کیا جا رہا ہے وہ درست نہیں ہو سکتا اس کے مفہوم کا تعین ضروری ہوا!!

لہٰذا یہ فقیر بے حد ادب و احترام سے اپنی بے بضاعتی و بے بساطی کو اچھی طرح محسوس کرتے ہوئے ''**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**'' کے مفہوم کا ایک اہم پہلو آگے کی سطروں میں واضح کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ انشاءاللہ جو بلاشبہ ناظرین کرام کے لئے غور طلب ہے۔

آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو اہل سنت والجماعت ازلی نبی مانتے ہیں جو ہراول۔ تعین اول۔ ولایت محمدیہ کی اصطلاحات پر تفصیلی گفتگو کے بغیر یہ حدیث پیش کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ **کنت نبیاء آدم بین الماء والطین**

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم کی خمیر ہو رہی تھی۔ اور یہ بھی اہل سنت کی مسلمہ بات ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کے سوا کسی بھی نبی کی نبوت ازلی نہیں ہے چنانچہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اس حدیث کے سلسلہ میں یہ تشریح فرمائی

ہے کہ

’’وغیرہٖ من الانبیاء ما کان نبیاء الاحین بعث و کذالک خاتم الاولیاء کان ولیاوآدم بین الماء والطین وغیرہٖ من الاولیاء وما کان ولیا الا بعد تحصیل شرایط الولایۃ‘‘

یعنی ازلی نبی ہونے کی خصوصیت آنحضرت ﷺ ہی کے لئے ہے۔آپ کے سوا جتنے انبیاء ہیں وہ نبی اس وقت ہوتے ہیں جب کہ ان کی بعثت ہوتی ہے اوراسی طرح خاتم الاولیاء اس وقت سے ولی ہیں جب کہ آدم علیہ السلام کی خمیر ہورہی تھی خاتم الاولیاء کے سوائے جوولی ہیں وہ اس وقت ولی ہوتے ہیں جب کہ ان کوولایت کی شرائط حاصل ہوں۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ازلی ہے ازلی نبی کا کیا مطلب ہے اوراس کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے اس پر مزید گفتگو کئے بغیر اپنے موضوع سے تعلق رکھنے والی صرف یہ بات نظر میں رکھنا ضروری ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے آنحضرت ﷺ کی طرح حضرت مہدی علیہ السلام کا بھی ازلی ولی ہونا بیان فرمایا ہے۔

لہٰذا ناظرین کرام یہاں اس بات کونوٹ فرماسکتے ہیں کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ جیسے بلند پایہ‘ جید ومستند اہل سنت ہستی نے خاتم الاولیاءٗ خاتم ولایت محمدیہ کوبھی جب ازلی ولی فرمایا ہے تو اس عقیدہ کوصرف مہدویوں سے ہی منسوب کرنا کفر کے فتوے یا خارج از اسلام کے فتوے دینا‘ عقائد اہل سنت سے ناواقف رہ کرظلم کرنا ہے یانہیں۔؟

جس طرح آنحضرت کوازلی نبی تسلیم کیا جاتا ہے اسی طرح یہ بات بھی مسلمہ ہے کہ آنحضرت ﷺ اُمّی ہونے کے باوجود آپ کومن جانب اللہ علم عطا ہوا تھا جونوشت وخواند کی حدوں سے پرے تھا اور یہ علم بھی بطور معجزہ عطا ہوا تھا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ خودآنحضرت ﷺ کومخاطب کرکے فرماتا ہے۔وانزل اللہ

علیک الکتاب والحکمة وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما (النساء آیت ۱۱۳)

یعنی اللہ تعالیٰ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی اور تمہیں وہ باتیں معلوم کی گئیں جو تم نہیں جانتے تھے اللہ کا فضل آپ پر بہت زیادہ ہے۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے فرمایا۔**فعلمت ما فی السموت والارض** (امام احمد ترمذی وطبرانی)

(جو کچھ آسمانوں اورزمین میں ہے میں نے اس کو جان لیا۔)

اور یہ بھی فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ پر دنیا کو پیش کیا پس میں اس کو اور قیامت تک اس میں جو کچھ ہونے والا ہے اس سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔(طبرانی)

اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ کو منشائے الٰہی کے تحت قیامت تک چھوٹے بڑے تمام اہم حالات کا علم تھا۔ یہ سارا علم بھی ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے اس علم سے انکار یا اس علم کی معجزانہ حیثیت کے انکار پر وہی حکم عائد ہوگا جو دیگر معجزات کے انکار سے عائد ہوسکتا ہے اس لئے اس علم کی معجزانہ حیثیت کو تسلیم کئے بغیر آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اقبال کر لینا یا زبان سے نبیؐ کی محبت کا اظہار کرتے رہنا صرف بناوٹ اور قطعی بے معنی بات ہوگی۔

اگر خدانخواستہ آنحضرت ﷺ کی بیان فرمائی ہوئی کوئی بات یا کوئی پیشین گوئی غلط ہوجائے یا وقوع پذیر ہی نہ ہو تو یہ بات خود صفت نبوت وصفت معجزہ کے خلاف ہوگی۔ بلکہ منافی نبوت ومعجزہ ہوگی اور اس کا ذیلی نتیجہ کیا ہوسکتا ہے ہر کوئی چھوٹی سے چھوٹی سمجھ رکھنے والا بھی سمجھ سکتا ہے۔

اس فقیر کواس وقت آنحضرت ﷺ کی معجزانہ پیشین گوئیوں اور خبروں کے تعلق سے تفصیلی گفتگو کرنا مقصود نہیں ہے لیکن اس فقیر کے پیش نظر موضوع کو اچھی طرح سمجھنے سمجھانے کے لئے پیشین گوئیوں کے تعلق سے علامہ سید سلیمان ندوی المتوفی ۱۹۵۳ء کی کتاب سیرت النبی جلد سوم کی چند سطور پیش کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ علامہ سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں۔

''اسلام کا آغاز جس بے اطمینانی و بے سروسامانی کے ساتھ ہوا اس سے کس کو اس وقت خیال ہوسکتا تھا کہ چند نہتے' فاقہ کش' غریب الدیار مسلمانوں کے بازوؤں میں یہ قوت پیدا ہوجائے گی کہ وہ قیصر و کسریٰ کے تخت کو الٹ دیں گے لیکن پیغمبر صادق نے اس وقت بشارت سنائی کہ مسلمانو! تم عنقریب قسطنطنیہ فتح کرو گے۔ مدائن تمہارے ہاتھوں میں آئے گا۔ قیصر و کسریٰ کے خزانے تمہارے دست تصرف میں ہوں گے۔ مصر تمہاری حکومت میں داخل ہوگا۔ تم سے اور ترکوں سے جن کی چھوٹی آنکھیں اور چھوٹے چہرے ہوں گے (ترکستانی و منغولی ترک) جنگ ہوگی۔ (صحیح بخاری باب علامات النبوۃ فی الاسلام میں یہ حدیثیں ہیں) آج دنیا میں ان میں سے کس واقعہ کی تردید ہوسکتی ہے۔)

آنحضرت نے کھلے اور صریح الفاظ میں یہ بھی بشارت سنادی تھی۔ فرمایا ''تم لوگ جزیرہ عرب میں لڑو گے اور خدا فتح دے گا۔ پھر فارس سے لڑو گے اور فتح ہوگی پھر روم سے لڑو گے اور فتح ہوگی۔''

''اسی طرح'' عین اس وقت جب کسریٰ و قیصر کی حکومتیں پورے جاہ وجلال سے دنیا پر حکمران تھیں اور بظاہر ان کی بربادی کا کوئی سامان نہ تھا کہ منادی حق نے پیش گوئی فرمادی جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو کوئی کسریٰ نہ ہوگا' قیصر ہلاک ہوگا تو پھر دوسرا قیصر نہ ہوگا۔

نہ صرف تاریخ بلکہ آج بھی دنیا کا مشاہدہ اس آواز کی صداقت سے معمور ہے ایرانی

مجوسیوں کی شہنشاہی کی شکست کے بعد پھر کیا کسی ایرانی مجوسی شہنشاہ کا تاج خسروی کسی نے دیکھا' رومی شہنشاہی کی بربادی کے بعد رومی قوم کا وجود بھی اسی طرح سطح زمین پر کہیں نظر آیا۔

اسی طرح بدر کا معرکہ جب پیش آنے والا تھا آنخضرت ﷺ صحابہؓ کو لے کر میدان میں گئے اور بتایا کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے یہ ابوجہل کا مقتل ہے یہاں قریش کا وہ بڑا سردار مارا جائے گا۔ یہ عجیب وغریب پیشین گوئی تھی تین سو ساڑھے تین سو نیم مسلح (بے سروسامان) مسلمان سپاہیوں کا افسر ایک ہزار سے زیادہ سپاہیوں کی غرق آہن باساز وسامان فوج کی شکست کا اوران کے افسروں کی قتل وموت کا اعلان کر رہا تھا۔

صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہر سردار قریش کے لئے آپؐ نے جو جگہ مقرر فرمادی تھی وہیں اس کی لاش خاک وخون میں لتھڑی پائی گئی۔

غرض آنخضرت ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی تھی وہ بعینہ پوری ہوئی اور صحابہؓ اور تابعینؒ اور تبع تابعینؒ نے خصوصیت سے ہر پیشین گوئی پر نظر رکھی اور پورے جوش ایمانی سے دیکھتے رہے کہ خاتم الانبیاء ﷺ کی پیشین گوئی کس طرح نوشتہ تقدیر بن کر سامنے آتی رہی۔

ناظرین کرام یہ تمام جستجو ولگن رسول اکرم ﷺ سے شدید محبت کے زیر اثر تھی کہ اپنے ماں باپ آل اولاد اور مال ومتاع سے زیادہ عزیز اللہ کے رسول کی پیشین گوئی کس طرح اور کس شان سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ قارئین کرام حیرت فرمائیں گے کہ صحابہؓ باضابطہ اس سلسلہ میں منتظر رہتے تھے اور مدت کا تک شمار فرماتے رہتے تھے۔ جیسا کہ خلافت راشدہ کے خاتمہ پر بھی باضابطہ حساب سے نظر رکھی گئی تھی۔

چنانچہ آنخضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''خلافت (یعنی خلافت راشدہ) میرے بعد تیس (۳۰) برس ہوگی پھر بادشاہی ہوجائے گی یہ تیس سال کی مدت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت پر پوری ہوئی۔ (سیرۃ النبیؐ)

غرض آنخضرت ﷺ نے قیامت تک ہونے والے اہم اہم اور بڑے بڑے واقعات کی پیشین گوئی فرمادی تھی اور ایسے ہی فرمایا تھا کہ گویا اس وقت وہ واقعہ نظروں کے سامنے پیش آ رہا تھا۔(جنگ جمل میں بی بی عائشہؓ پر کتے بھونکنے کی پیشین گوئی، عمار بن یاسر کی شہادت اور بعد میں حضرت حسنؓ کی مصالحت وغیرہ تمام تفصیلات تاریخ میں دیکھی جاسکتی ہیں)

یہاں اس موقع پر تمام پیشین گوئیوں میں سے چند ایک کا ذکر کرنے کا مقصد یہی ہے کہ <u>آپ آنخضرت ﷺ نبی آخرالزماں کی پیشین گوئی کی اہمیت اسی وقت سمجھ سکتے ہیں جبکہ آپ نبی کریم ﷺ کی نبوت اور ان کی خدا کی طرف سے عطا کردہ علمیت کو صحیح طور پر سمجھ سکیں اور حضورؐ کی محبت دلوں کی گہرائیوں تک اتری ہوئی ہو۔اس کے بغیر پیشین گوئی کا وقوع آپ کے ایمان میں زیادتی کا باعث نہیں ہوسکتا۔</u>

یہاں یہ بات اچھی طرح بلکہ بہت زیادہ اچھی طرح سمجھ لینے اور ذہن میں ایک دولت کی طرح محفوظ رکھ لینے کی ہے کہ نبوت پر یا آنخضرت ﷺ پر ایمان لا لینے والوں اور بیعت کر لینے والوں کی منزل تو گذر گئی لیکن جو لوگ آنخضرت ﷺ کے دیدار و بیعت سے مشرف نہ ہو سکے تھے یعنی آنخضرت ﷺ کے بعد ایمان سے مشرف ہونے والوں یا نئے نئے داخل اسلام ہونے والوں کے لئے یہ پیشین گوئیاں ایمان میں زیادتی اور پختگی کا باعث ہوتی تھیں۔

اگر کوئی یہ سمجھ لے کہ پیشین گوئی مکمل ہونے تک دعویٰ نبوت، پیشین گوئی پر منحصر ہو جائے گا تو یہ ایک جاہلانہ بات متصور ہوتی ہے۔کیونکہ وہ لوگ جو آنخضرت ﷺ کے دیدار سے آنکھیں ٹھنڈی نہ کر سکے ہوں آنخضرت ﷺ کی پیشین گوئی سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر سکتے ہیں۔اور ایمان میں قریب قریب وہی پختگی پیدا کر سکتے ہیں جو نبی ﷺ سے نیاز حاصل کرنے سے ہوسکتی ہے گویا پیشین گوئی کا وقوع (بطور معجزہ) صداقت نبوت کا زندہ ثبوت ہے۔

اور اسی تسلسل کے ساتھ ان پیشین گوئیوں کا وقوع ان لوگوں کے لئے بھی باعث

ایمان واسلام ہوتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے بعد بھی (خواہ کسی زمانہ میں بھی ہوں) ایمان کی جستجو میں رہیں۔اور آنحضرت ﷺ کی محبت کا چراغ دلوں میں جلتا رکھیں!!

اتنی بات سمجھ لینے کے بعد اب ذرا آنحضرت ﷺ کی اس پیشین گوئی کو بھی ملاحظہ فرمائیے۔علامہ سلیمان ندوی صاحب اہمیت اور خصوصیت سے لکھتے ہیں کہ......

غزوہ ہند کی خبر۔ ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان یہ سن کر خوش ہوں گے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی زبان قدسی سے ہندوستان میں اسلام کے داخل اور غالب ہونے کی خوش خبری سنائی تھی آپ نے فرمایا ''میری اُمت کے دو گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ آتش دوزخ سے بچائے گا۔ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ میں شریک ہوگا دوسری روایت میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے (مسلمانوں سے) ہندوستان کے غزوہ کا وعدہ فرمایا تھا تو اگر میں وہ زمانہ پایا تو اس کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کردوں گا۔تو اگر میں شہید ہوا تو بہتر شہید ٹھہروں گا اگر زندہ لوٹا تو میں آتش دوزخ سے آزاد ابو ہریرہؓ ہوں گا۔

یہ پیشین گویاں امام نسائی المتوفی ۳۰۲ھ کی سنن میں ہیں جو سلطان محمود غزنوی کے حملہ ہندوستان ۳۹۲ھ سے تقریباً سو برس پہلے لکھی گئی ہے اور حاشیہ میں نوٹ دیا ہے کہ یہ دونوں روایتیں سنن نسائی کی کتاب الجہاد میں ہیں۔(سیرت النبی جلد سوم ۶۹۷)

ناظرین کرام ادباً دست بستہ گذارش ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کو پڑھ لیجئے اور غور کرنے کی کوشش فرمائیے کہ علامہ سلیمان ندوی نے جو بھی تحریر فرمایا ہے اور جو بھی انطباق کی کوشش فرمائی ہے وہ کس حد تک قابل قبول ہو سکتی ہے۔؟

آنحضرت ﷺ کا فرمان مبارک ''غزوہ ہند'' دل و جان سے قبول و باعث ایمان

ہے اور غزوہ ہند سے تعلق رکھنے والے گروہ کے لئے آتش دوزخ سے تحفظ کی بشارت بھی ایک وعدہ اور متعلقہ پیشین گوئی ہے جس پر بھی بلا شبہ ایمان رکھنا لازم وفرض ہے۔

لیکن حیرت اس بات پر ہے کہ علامہ نے ''غزوہ'' کی اصطلاح کو سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملوں سے کس طرح متعلق کر دیا یا سلطان محمود غزنوی پر غزوہ کی اصطلاح کس طرح چسپاں کر دی!!

غزوہ تو وہ جہاد ہے جس میں آنحضرت ﷺ بذات خود بہ نفس نفیس شریک رہے ہوں۔ اگر آنحضرت ﷺ کی ذات مبارکہ شریک نہ ہو تو لفظ غزوہ کا استعمال نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ خلفائے راشدین کی شرکت جہاد کو تک غزوہ سے تعبیر نہیں کیا جاتا۔ کوئی بھی لغت یا کسی بھی صاحب علم سے اس لفظ (اصطلاح) کے بارے میں اطمینان حاصل فرما سکتے ہیں۔ یہ کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں ہے کہ تلاش وجستجو کرنی پڑے۔ عالم اسلام اس کا شاہد ہے اس میں کسی بھی عالم کو خواہ کسی بھی مسلک کے ہوں انکار نہیں ہو سکتا۔

دوسرے یہ بات بھی غور طلب ہو جاتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کی فوج کو آنحضرت ﷺ کی جانب سے ''آتش دوزخ سے محفوظ گروہ'' کی بشارت کا مستحق کس طرح قرار دیا جا سکتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئی کا مصداق ''سلطان محمود غزنوی'' کو کس طرح کہا جا سکتا ہے۔!

اگر جامعہ نظامیہ کے مفتی صاحب دارالعلوم کے مفتی صاحب اور جامعہ سبیل السلام کے مفتی صاحب اس پر نظر فرمائیں تو کھٹ سے فتویٰ داغ سکتے ہیں کہ علامہ سلیمان ندوی کافر ہیں اور ''خارج از اسلام'' ہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کی شان میں گستاخی اور کیا ہو سکتی ہے کہ سلطان محمود غزنوی کو آنحضرت ﷺ کے برابر رتبہ دیدیا گیا اور سلطان محمود غزنوی کے حملوں کو غزوہ قراد دیدیا گیا۔ گویا ہندوستان پر حملوں میں سلطان محمود غزنوی کی

شرکت رسول اللہ ﷺ کی شرکت کے ہم مرتبہ قرار دے دی گئی!! نعوذ باللہ!! اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر سلطان محمود غزنوی کی فوج کو آنحضرت ﷺ کے صحابہؓ کے گروہ کا درجہ دیدیا...... بلکہ ''عشرہ مبشرہ'' کے درجہ پر پہنچادیا۔ یا ہم رتبہ قرار دیدیا گیا۔

بھلا بتایئے اس سے بڑھ کر اور کیا رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی ہوسکتی ہے۔ بلاشبہ مفتیان محترم کے جذبات کی تسکین کا بہترین سامان ہوسکتا ہے اور فتویٰ نویسی کے امتحان اور تقویٰ و ایمان کی آزمائش کا موقع اللہ نے فراہم فرمادیا ہے۔ مفتی صاحبان اس امتحان میں شریک ہوکر کامیابی کا ثبوت دے سکتے ہیں اور اپنی اپنی حق گوئی و بے باکی اور انصاف وحق پسندی اور تقوی شعاری کو آشکارا کرسکتے ہیں۔

اور پھر لطیفہ یہ کہ آگے چل کر خود علامہ سلیمان ندوی صاحب نے سلطان محمود غزنوی کے ہندوستان پر حملہ کو ''غزوہ'' نہیں لکھا بلکہ لکھا ہے کہ امام نسائی کی سنن ...... سلطان محمود غزنوی کے حملہ ہندوستان سے تقریباً سو برس پہلے لکھی گئی ہے۔

گویا خود علامہ سلیمان ندوی صاحب کا قلم غیر ارادی طور پر محمود غزنوی کے حملوں کو غزوہ لکھنے سے رک گیا۔ یہ خود ایک لطیف اشارہ ہے اور لفظ ''غزوہ'' کا اعجاز ہے کہ حاشیہ لکھتے وقت علامہ سلیمان ندوی کا قلم ذاتی طور پر سلطان محمود غزنوی کے حملوں کو غزوہ لکھنے سے اعراض کرگیا۔ الحمدللہ

غرض علامہ ندوی صاحب نے حاشیہ میں خود حملہ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں نہ کہ ''غزوہ'' کے۔ (اور ذیلی لطیفہ یہ کہ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر ایک ہی حملہ نہیں بلکہ کئی حملے کیئے اور سلطان محمود غزنوی کے حملوں سے ہندوستان میں اسلام داخل ہونے اور غالب ہونے کی بات بھی قطعاً درست نہیں ہے۔)

اس تمام گفتگو سے اندازہ ہوا کہ ''محمود غزنوی'' کے حملوں کو ''غزوہ'' نہیں کہا

جاسکتا اور نہ شرع ودین کی کسی بھی تاویل سے درست ہوسکتا ہے۔

لہٰذا غور کرنا ضروری ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے اس فرمان ''غزوہ ہند'' کا تعلق کس سے اور کیسے ہوسکتا ہے اور آنحضرت ﷺ کی اس اہم پیشین گوئی کا انطباق کس پر ہوسکتا ہے؟ آخروہ کونسی ہستی ہے جس پر غزوہ ہند صادق آسکتا ہے اس پر غور کرنا دینی حیثیت سے فرض ہے۔!!

ناظرین کرام آگے کے صفحات پڑھنے کے بعد خود تعین کی کوشش فرماسکتے ہیں اور خدا کو حاضر وناظر جان کر فیصلہ کرسکتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کی ''غزوہ ہند'' کی بشارت کس کے لئے ہوسکتی ہے۔

تیسری اہم بات یہ کہ آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق سلطان محمود غزنوی کی فوج کو آنحضرت ﷺ کی امت کا دوسرا گروہ کس طرح شمار کیا جائے گا (جو دوزخ کی آگ سے محفوظ ہوگا) اس سے بڑھ کر فرمان رسول اللہ ﷺ کا تمسخر اور کیا ہوسکتا ہے؟

کیا مفتی صاحب جامعہ نظامیہ، مفتی صاحب دارالعلوم اور مفتی صاحب جامعہ سبیل السلام اس پر کوئی فتویٰ صادر فرماسکتے ہیں۔؟

مخفی مباد کہ یہ ساری گفتگو مفتی صاحبان کے علاوہ خلاف شرع فتوؤں کی حد تک ہے۔ ورنہ ان تینوں جامعات کے صدور ونظماء ودیگر متعلقہ افراد تو بے حد صلح جو، معاملہ فہم ومیانہ رو واقع ہوئے ہیں اور آئے دن اپنے خیالات کا اظہار اخبارات میں فرماتے رہتے ہیں اس لئے ان فتوؤں کا تعلق ان سے قرار نہیں دیا جاسکتا!!

یہاں اس بات کی وضاحت بھی بے محل نہ ہوگی کہ یہ فقیر خود اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ علامہ سلیمان ندوی صاحب کا منشاء ایسا ہرگز نہیں تھا اور نہ ہوسکتا تھا اگر علامہ سلیمان ندوی صاحب کو متوجہ کیا جاتا تو لفظ غزوہ محمود غزنوی پر منطبق نہ کرتے ضرور بدل دیتے۔ لیکن مفتی

صاحبان کوایسی خوش قیاسی' یہ سب غور کرنے یا ایسی کسی تحقیق وتدقیق کی ضرورت ہی کیا پڑی ہے۔بس فتویٰ ٹھونک دینے سے مطلب ہے اور کچھ نہیں۔

غرض سلطان محمود غزنوی کی فوج کو آنحضرت ﷺ کے فرمان کے مطابق امت کا دوسرا گروہ قطعاً قرار نہیں دیا جاسکتا اور نہ دین پر اس حد تک ظلم کیا جاسکتا ہے۔لہٰذا فرمان رسول اکرم ﷺ کی بشارت وپیشین گوئی غزوہ ہند کا انطباق واطلاق کس پر ہوگا غور فرمائیے۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد یہ اچھی طرح واضح ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کے پردہ فرمالینے کے بعد آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیوں پر ایمان رکھنا اور زیادہ اہمیت اختیار کرجاتا ہے۔کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں جو معجزے یا پیشین گوئیاں تکمیل پاتے تھے ان کے تکملہ میں حضرت کے وجود کا اثر بھی ذہنوں میں شامل رہتا تھا۔اس کے برخلاف حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمالینے کے بعد جو پیشین گوئی کا صدور عمل میں آتا ہے اس میں حضور اکرم ﷺ کا وجود بظاہر سامنے نہ رہنے کے باوجود عدم موجودگی کا احساس باقی نہیں رہ سکتا۔ بلکہ پیشین گوئی کا وقوع لازماً یہ محسوس کرواتا ہے کہ حضور اور حضور ﷺ کا فیض واثر موجود ہے۔اور یہی چیز رسول اکرم ﷺ کی صداقت نبوت پر اعتقاد کو مستحکم کرتی ہے اور ایمان میں اضافہ کرتی ہے اور ان لوگوں کو جو اس وقت تک بھی ایمان نہ لائے ہوں ایمان لالینے پر مجبور کرتی ہے گویا یہ بھی آنحضرت ﷺ ہی کے فیض کا اثر اور آنحضرت ﷺ کی نبوت کا اثر شمار ہوتا ہے۔

<u>اس طرح یہ بات کھل کر واضح ہوگئی کہ آنحضرت ﷺ کی پیشین گوئیاں پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔</u>

اب خدارا کوئی بھی انصاف کرے کہ آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت مہدی موعود علیہ السلام کے تعلق سے جو جو پیشین گوئیاں خدا کے فرمان کے تحت بیان ہوئی ہیں واجب الایمان ہوں گی یا نہیں؟

اگر رسول اکرم ﷺ پر ایمان لانے اور حضور اکرم ﷺ سے محبت رکھنے کا دعویٰ ہے تو رسول اکرم ﷺ کی پیشین گوئی (یا خبر) پر بھی ایمان لانا فرض ہے۔ ورنہ از خود آنحضرت ﷺ پر ایمان لانا کالعدم قرار پائے گا۔ یہی قرآن کریم کا حکم ہے اور یہی رسول اکرم ﷺ کا ارشاد!!

اس فقیر کا ادباً معروضہ ہے کہ اس سلسلہ میں تمام متعلقہ احکامات کا بذات خود تحقیقی وتصدیقی انداز میں جائزہ لے کر اطمینان حاصل کرلیا جاسکتا ہے۔ یہ فقیر اگر احکام بتاتا ہے تو نفسیاتی طور پر رغبت کی بجائے تنقید واعتراضات کا موقع پیدا ہوجاتا ہے اور وساوس الگ پریشان کرتے ہیں اس لئے متعلقہ احکام بذات خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لینا بہتر ہے تاکہ ہمارے سر پر بہتان باندھنے کا کوئی موقع نہ رہے!!

مختصر یہ کہ رسول اکرم ﷺ کی محبت اور فرمان برداری کا جو تقاضہ ہے اس سے پورا پورا انصاف کرنا پڑے گا۔ اس کے بغیر منزل تو درکنار منزل کی سمت رخ بھی نہیں ہوسکتا!!

ویسے بھی آنحضرت ﷺ پر ایمان لالینے کی اور آنحضرت ﷺ کی محبت کا لازمی تقاضہ ہے کہ حضور ﷺ کی پیشین گوئیوں پر ایمان لائیں۔ اور پیشین گوئیوں کے وقوع کی بذات خود (شخصی طور پر) دل وجان سے تحقیق کریں اور حتی الامکان چھوٹی سے چھوٹی بات جو یقین دلاسکتی ہے قبول کرلیں۔ احتیاط کا یہی مطالبہ اور یہی تقاضہ ہے اور محبت کی بھی یہی روش ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بال برابر بھی رضا و دلجوئی کا موقع ہو تو ضائع جانے نہ دیا جائے۔

یہی محبت کا تقاضہ اور محبت کا قانون ہے خواہ یہ اللہ کی محبت ہو رسول کی محبت ہو دین کی محبت ہو بزرگوں کی محبت ہو یا ماں باپ و بیوی بچوں کی محبت ہو سب جگہ یہی مسلک چلتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں حکم فرمارہا ہے کہ دنیا کی لذتوں اور رغبتوں کی

محبت کو چھوڑ کر اللہ کی محبت اختیار کریں اور اللہ کے حبیب ﷺ کی محبت اختیار کریں مزید یہ کہ اللہ کے حبیبؐ نے جو پیشین گوئیاں فرمائی ہیں ان کے وقوع پر دل و جان سے بدرجہ ایمان توجہ رکھیں یہی محبت ابدی اجر کا باعث ہوتی ہے۔

اب غور طلب بات یہ ہو جاتی ہے کہ وہ لوگ جو اللہ اور رسولؐ کی محبت کے دعویدار ہیں اور خدا اور رسول کی محبت کا نام لے لے کر عین مسلک اسلام پر کلیتاً مضبوطی سے قائم رہنے والوں پر بلا اختیار و بلا جواز کفر کے اور خارج از اسلام ہونے کے فتوے صادر کرتے ہیں تو رسول اکرم ﷺ سے اپنی محبت میں کہاں تک صحیح و صادق ہیں یہ خود اپنے آپ اندازہ فرما سکتے ہیں اور یہ بھی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ قرآن کے اس حکم کی کہاں تک مطابقت و فرمان برداری کرتے ہیں کہ **قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم** (آل عمران ۳۱)

یعنی اے محمد تم کہدو کہ لوگو اگر تم اللہ سے (واقعی) محبت رکھتے ہو تو میرے (محمد کے) فرمان بردار ہو جاؤ۔ اللہ تم سے محبت کرے گا اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اللہ غفور رحیم ہے۔

غرض اب تک جو کچھ بھی عرض کیا گیا اس کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی آخری نبی کی حیثیت سے بعثت ہو چکی اور آپ نے اس ظاہری جہاں سے پردہ فرما لیا رسول اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے پر ایمان ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کے وعدے اور پیشین گوئیاں تو فیض نبوت اور صداقت نبوت بلکہ غائبانہ معجزات کے طور پر جو پورے ہو چکے اور جو قیامت تک ہوتے رہیں گے ان پر بھی ایمان رکھنا فرض ہے۔

اسی بات کو ذرا اور واضح طور پر سمجھنے کے لئے یہ غور فرمائیے کہ رسول اکرم ﷺ کی پیشین گوئیوں کا یا رسول اکرم ﷺ کے وعدوں کا شرعی موقف کیا ہے۔ کیا نبی اکرم ﷺ کی جانب سے کئے گئے وعدے خارج از دین ہیں (نعوذ باللہ) اسی طرح قرآن تو پورے کا پورا

نازل ہو گیا۔لیکن اس قرآن کے ذریعہ جو وعدے اور وعید بیان ہوئے ہیں ان کا شرعی موقف کیا ہے۔کیا قرآن کے وعدے دین سے خارج ہیں۔جبکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔

ان اللہ لا یخلف المیعاد بے شک اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں فرماتا۔(آل عمران)

قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے آخری کتاب ہے اور یہ قیامت تک ایک ایک حرف اور ایک ایک لفظ کے ساتھ باقی رہنے والا ہے اور اس کا قانون واثر قیامت تک باقی رہے گا۔لہٰذا اس قرآن میں قیامت تک اس جہاں میں تکمیل پانے والے تمام وعدے اور قیامت کے بعد پورے ہونے والے تمام وعدے وپیشین گوئیاں داخل دین ہیں دین سے الگ کوئی چیز نہیں ہے۔

اور جیسے جیسے ایک ایک بات ایک ایک وعدہ پورا ہوتا جارہا ہے اور ہم ایمان لاتے جارہے ہیں عملاً دین کی تکمیل ہوتے جارہی ہے۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے وعدے اور پیشین گوئیاں بھی دین میں داخل ہیں اور جیسے جیسے ایک ایک پیشین گوئی پوری ہورہی ہے یا ایک ایک وعدہ پورا ہوتا جارہا ہے دین کی تکمیل کی طرف ایک ایک قدم آگے بڑھ رہا ہے یعنی اللہ کا وعدہ دین ہے اللہ کے رسول ﷺ کا وعدہ دین ہے اور وعدہ کا وقوع بھی دین ہی ہے۔اس پر ایمان لانا فرض ہے۔اور جیسے جیسے وعدے اور پیشین گوئیاں وقوع پذیر ہوں گے عملاً دین کی تکمیل ہوتی چلی جائے گی۔

اسی طرح یہ سلسلہ یوم الحساب تک چلتا رہے گا لہٰذا اس اعتبار سے ’’ **الیوم اکملت لکم دینکم** ‘‘ کی آیت نازل ہونے کے ساتھ ہی دین مکمل ہو گیا اب دین کا کچھ تکملہ ہونا باقی نہیں ہے کہنا بالکل غلط ہو جاتا ہے اور یہ امور دین پر گہری نظر نہ ہونے کا راست نتیجہ ہے۔

آنحضرت ﷺ کی آخری نبوت وآخری شریعت کی حکمرانی قیامت تک اور اس کے بعد یوم الحساب تک جاری رہے گی انشاء اللہ۔یہ بھی دین ہی ہے اگر ایسا نہ سمجھیں تو پھر عیسیٰ کا نزول، دجال، یاجوج ماجوج، صور اسرافیل، پہاڑوں کا روئی کے گالوں کی طرح اُڑنا۔

اور دیگر علامت قیامت اور پھر دوبارہ زندہ ہونا۔ یوم الحساب کا قائم ہونا۔ حوض کوثر پر حضور اکرم ﷺ کی قدمبوسی کا شرف پانا۔ شفاعت سے فیض یاب ہونا۔ دوزخ وجنت کے مستحق قرار پانا۔ (سزا یا جزا پانا) اور آخرت میں بھی دیدار کا ہونا وغیرہ۔ یہ سب دین سے خارج ہوجائے گا۔ جبکہ یہ سب باتیں دین میں شامل ہیں کیونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے قرآن شاہد ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فیض ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے وعدہ کو کوئی اگر دین میں داخل نہیں سمجھتا ہے تو یہ خود اس کا دین اس کا ایمان ہے اللہ کے رسولؐ اور اللہ کا دین تو نہیں ہوسکتا۔

وعدوں اور پیشین گوئیوں کے وقوع سے آنے والے زمانہ میں ایمان لانے والوں کو تقویت ملتی ہے اور ہنوز تلاش میں رہنے والو کے لئے ایمان کی ترغیب ہوتی ہے۔

لہٰذا ثابت ہوا کہ حضرت مہدیؑ کی بعثت بھی چونکہ قرآن اور رسولؐ کے وعدہ کے تحت میں ہوئی ہے اسی لئے یہ بعثت بھی داخل دین ہے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے صاف صاف الفاظ میں فرمایا کہ

ثم یجی خلیفة اللہ المھدی فاذا سمعتم بہ فاتوہ وفبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفة اللہ المھدی (ابن ماجہ)

یعنی پھر اللہ کا خلیفہ مہدی آئے گا پس جب تم اس کی خبر سنو تو اس کے پاس جاؤ اور اس کی بیعت کروا گرچہ کہ تمہیں برف پر سے رینگتے ہوئے جانا پڑے کیونکہ مہدی اللہ کا خلیفہ ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تکمیل دین......؟

ناظرین کرام......اس منزل تک آجانے کے بعد آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرنا بھی لازمی اور فطری ہے کہ **الیوم اکملت لکم دینکم**......والی آیت میں دین کی تکمیل سے عموماً جو مراد لی جارہی ہے وہ تو غلط ثابت ہوگئی اور نتیجتاً دین کے تکملہ کو بنیاد بنا کر جاری کردہ فتوے بھی ناکارہ اور بے اثر ہوگئے......لیکن اب تک یہ ظاہر نہیں ہوسکا کہ آخر یہاں دین کی تکمیل سے حقیقتاً کیا مراد ہے؟

آپ کے ذہن میں ایسا سوال ابھرنا صحیح اور بالکل بجا ہے۔اس سلسلہ میں یہ فقیر ازروئے قرآن اور ازروئے حدیث معنی بیان کرنے کی کوشش کررہا ہے۔اور آپ حضرات کو بھی غور کی دعوت دیتا ہے یہ فقیر انکساراً نہیں بلکہ حقیقتاً اپنے آپ کو تفسیر کرنا تو کجا مختلف تفسیروں کے تقابلی جائزہ لینے کا بھی اہل نہیں سمجھتا لہٰذا آپ کو بھی غور وفکر کی دعوت دینا اس فقیر کے لئے لازم ہے۔

چنانچہ سورہ المائدہ کی آیت ۳ کے جس حصہ پر عموماً یہ تمام بحث ہوتی رہی ہے پہلے اسی حصہ کو درج کرنا ضروری ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ط..(المائدہ آیت ۳)

یعنی آج میں نے تمہارے لئے پورا کردیا تمہارے دین کو اور تم پر اپنی نعمت پوری کردی اور تمہارے لئے اسلام کو بحثیت دین پسند کیا۔

قرآن کی وضاحت قرآن سے

قرآن کی وضاحت قرآن سے ایک اہم ضابطہ ہے اور ہر اعتبار سے اسی ضابطہ کو اولیت وقطعیت دی جاتی ہے لیکن آپ تعجب فرمائیں گے کہ اس آیت کی وضاحت کے لئے دوسری آیت کی مدد کی ضرورت بھی نہیں رہتی بلکہ اسی آیت کے آگے کے متعلقہ الفاظ (پچھلے الفاظ) کی وضاحت کر دیتے ہیں اب آیت کے الفاظ پر دوبارہ غور فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (آج میں نے پورا کر دیا تمہارے لئے تمہارے دین کو اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی) کے ابتدائی حصہ سے ہی اب تک ہر کوئی بحث کرتا آیا ہے اور اسی ایک نکتہ پر بحث کی کوشش کرتا ہے کہ دین کو مکمل ہو گیا کچھ باقی نہیں رہا لہٰذا اب کسی مزید تکمیل دین کی ضرورت ہے اور نہ اس مقصد کے لئے کسی کی بعثت کی ضرورت ہے لہٰذا ایسا سوچنا اور کہنا باعث کفر و خارج از اسلام ہونا ہے وغیرہ وغیرہ۔

لیکن پچھلے صفحات پر آپ نے ملاحظہ فرمالیا کہ **الیوم اکملت لکم دینکم** سے اس طرح کا مطلب نکالنا خود غلط ہو جاتا ہے کیونکہ اس آیت کے بعد بھی دین کی آیات حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ تک نازل ہوا ہے اور خود رسول اللہ ﷺ ۸۰، ۸۱ روز تک اس جہاں میں بحیثیت خاتم النبیین رہے ہیں۔ حضورؐ کی زندگی بھی دین ہی رہی ہے۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ بے جا بحث اور بے جا الزامات عائد کرنے سے پہلے یہ سوچنے کی زحمت تک نہیں کی گئی کہ اس آیت میں دین سے مراد کیا ہے اگر اس آیت میں تھوڑا بہت بھی غور کر لیا جاتا یا توجہ دی جاتی تو فوری معلوم ہو جاتا تھا کہ اسی ایک آیت میں دین سے مراد حقیقتاً کیا ہے۔

سامنے ہی کی بات تھی کوئی بہت زیادہ پوشیدہ بات نہیں تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے موقع کے لحاظ سے دین کی وضاحت اسی آیت میں فرما دی کہ ''**ورضیت لکم الاسلام دینا**'' (اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لئے پسند کیا) اس سے ظاہر ہوا کہ آیت کے شروع

کے الفاظ میں جو ''دینکم'' استعمال ہوا ہے اس مقام پر ''دین'' سے مراد ''اسلام'' ہے۔اور اسلام کے لفظی معنی اطاعت وفرمانبرداری کے ہیں۔اب یہ بھی غور فرمائیے کہ ''الیوم'' آج کے دن کا لفظ بھی خصوصیت سے کیوں استعمال ہوا۔اس روز ایسی کونسی خاص بات ہورہی ہے یا اس روز کوئی باقی رہ جانے والی عبادت یا فرض پوری ہورہی ہے ظاہر ہے کہ پہلی مرتبہ آنخضرت ﷺ فرمارہے تھے پہلی مرتبہ فرض حج ہورہا تھا اسلام کے پانچ ارکان میں سے چار ارکان تو ادا ہوچکے تھے۔اور عام مسلمانوں کو اس کی عملی تربیت بھی دی جاچکی تھی صرف حج ہی ایک ایسا فرض تھا جو باقی تھا اور عام مسلمانوں کو حضور کے ساتھ اب تک عملی طور پر ساتھ رہنے کا موقع بھی نہیں مل سکا تھا اور اس حج کے بعد حضرت محمد ﷺ ۸۰؍۸۱ روز میں پردہ فرمالینے والے تھے گویا آپ کا پہلا اور آخری حج وہی تھا۔اور اسی حج کی ادائی سے آپ اسلام کے رکن حج کے فرض سے نہ صرف سبکدوش ہورہے تھے بلکہ تمام مسلمانوں کو عملاً حج کی تربیت بھی فرمارہے تھے۔لہٰذا یہ ارکان حج کا تکملہ (پوری پوری آزادی سے بے خوفی سے ہورہا تھا گویا اس آیت میں حج کی تکمیل کے ساتھ ہی پورے ارکان اسلام کی تکمیل مراد تھی اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **آج** تمہارے لئے تمہارا دین (بحیثیت اسلام) مکمل کردیا ہے۔

جب قرآن کی آیت میں خود یہ وضاحت موجود ہے تو پھر ادھر اُدھر کی بحثوں اور تاویلات وتحویلات کی ضرورت ہی کیا ہے اور غیر ضروری طور پر تحفظات ذہنی کے تحت ''تکمیل دین'' کو ہر اعتبار سے تکمیل پر پہنچادینے کی کوشش کیوں کی جانی چاہئے۔

اگر آیت میں ''**ورضیت لکم الاسلام دینا**'' (اور تمہارے لئے اسلام کو بحیثیت دین پسند کیا) نہ بھی ہوتے تب بھی ''دین'' کو ہر طرح مکمل سمجھ لینا سخت غلطی ہوتی۔ جیسا کہ پچھلے صفحات پر آپ نے ملاحظہ فرمایا۔(کیونکہ **الیوم اکملت لکم دینکم**) کے بعد بھی آیتیں نازل ہوئی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا کلالہ کے سلسلہ میں فتویٰ بھی آیا ہے۔)

اس فقیر کو خیال گذرتا ہے کہ شاید اللہ تعالی نے اسی ممکنہ غلط فکر (کہ دین ہر طرح ہر اعتبار سے مکمل ہوگیا حتیٰ کہ تنزیلاً بھی) کو روکنے کے لئے ہی **ورضیت لکم الاسلام دینا** الفاظ بیان فرمائے اور آیت میں اس مقام پر منشائے الٰہی کو واضح فرمادیا (واللہ اعلم)

غرض یہ تو ثابت ہوگیا کہ آنحضرت ﷺ کا چونکہ پہلا اور آخری حج تھا اور اس حج سے فرض حج کی ادائی ہوکر اسلام کے اب تک چھوٹے ہوئے رکن کی تکمیل ہورہی تھی اور اسی روز اسلام کے پانچ شرعی ارکان پورے ہوگئے تھے۔(یعنی اقرار کلمہ طیبہ' نماز' روزہ' زکواۃ اور حج) اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم**......ساتھ ہی دین کے مفہوم کو متعین کرتے ہوئے فرمایا۔ **ورضیت لکم الاسلام دینا** اور اسلام کو تمہارے لئے بحثیت دین پسند فرمایا۔

اور اسی وجہ سے خاص طور پر **الیوم** (آج) **اکملت لکم دینکم** (تمہارے لئے تمہارا دین اسلام مکمل کردیا) فرمایا گیا۔

اس کے علاوہ سورہ فتح کی ۲۷ ویں آیت سے بھی واضح ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ سے ذریعہ خواب جو وعدہ فرمایا تھا کہ

"بے شک تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہوگے انشاء اللہ امن وامان سے اپنے سروں کے بال منڈواتے اور ترشواتے بغیر کسی خوف کے" (سورہ فتح ۲۷)

اور اللہ نے رسول اللہ ﷺ سے کئے گئے وعدہ کو (جو بلاشبہ عین دین ہے) بصد شان پورا فرمادیا۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہؓ نے بلا شرکت کفار ومشرکین' بلا خوف وخطر اسلام کے رکن حج کا تکملہ فرمادیا۔ اور اسلام کے ارکان کی بحثیت دین تکمیل ہوگئی۔ **الحمد للہ**

الغرض اس مختصر وضاحت کے بعد یہ فقیر نہیں سمجھتا کہ کوئی بات تشنہ رہ گئی ہے۔

صاف صاف واضح ہوگیا کہ ''تکمیل دین'' سے مراد ہر اعتبار سے ''تکمیل دین'' لینا حتیٰ کہ تنزیلاً بھی دین مکمل ہوگیا سمجھنا اور اللہ کے وعدوں اور رسول اکرم ﷺ کے وعدوں اور پیشین گوئیوں کو دین سے علیحدہ سمجھنا یا وعدوں اور پیشین گوئیوں کو بھی قیامت تک تکمیل ہوگئی سمجھنا قطعاً درست نہیں ہوسکتا۔

جب تکمیل دین کا ایسا مطلب لینا درست نہیں ہوسکتا تو اس غیر متعلقہ (بلکہ بالکل غلط) مطلب کو بنیاد بنا کر کفر کے فتوے اور خارج از اسلام ہونے کے فتوے جاری کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ تمام فتوے از خود غلط، غیر صحیح و بے اثر ہوگئے۔

(ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم)

قرآن کی وضاحت حدیث سے

ناظرین کرام......اب تک آپ نے قرآن کی آیت کی وضاحت قرآن ہی سے بلکہ اسی آیت سے ملاحظہ فرمائی اب اسی آیت کی قطعی تائید و وضاحت حدیث سے کس طرح ہو رہی ہے ملاحظہ فرمائیے۔

اسوہ رسول اکرم ﷺ مولفہ عارف باللہ ڈاکٹر محمد عبدالحئی صاحب ادارہ اشاعت دینیات (حضرت نظام الدین نئی دہلی) کی جانب سے طبع ہوئی۔ صحیح مسلم و صحیح بخاری کے حوالے سے اس کتاب کے باب چہارم یں ''ایمانیات'' کا عنوان قائم کر کے جو سب سے پہلے حدیث بیان کی گئی ہے جس کا عنوان اسلام ایمان اور احسان رکھا ہے اور حدیث اس طرح بیان کی ہے کہ

حدیث: حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت ہے کہ ہم ایک دن حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے (اس وقت حضور اکرم ﷺ صحابہؓ کے ایک بڑے مجمع سے خطاب

فرمارہے تھے) کہ اچانک ایک شخص سامنے نمودار ہوا جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال بہت زیادہ سیاہ تھے اور اس شخص پر سفر کا کوئی اثر بھی معلوم نہ ہوتا تھا) جس سے خیال ہوتا کہ یہ کوئی بیرونی شخص ہے) اور اسی کے ساتھ یہ بات بھی تھی کہ ہم میں سے کوئی شخص اس نووارد کو پہچانتا نہ تھا جس سے خیال ہوتا تھا کہ یہ کوئی باہر کا آدمی ہے تو یہ شخص حاضرین کے حلقے میں سے ہوا ہوا آیا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے آ کر دوزانو اس طرح بیٹھ گیا کہ اپنے گھٹنے آنحضرت ﷺ کے گھٹنوں سے ملا دیئے اور اپنے ہاتھ حضور کے زانو پر رکھ دیئے اور کہا۔

’’اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بتلایئے کہ اسلام کیا ہے!؟‘‘ آپ نے فرمایا اسلام یہ ہے (یعنی اس کے ارکان یہ ہیں کہ دل وزبان سے تم یہ شہادت ادا کرو کہ اللہ کے سوا کوئی الہ (کوئی ذات عبادت و بندگی کے لائق نہیں) اور محمد اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور زکواۃ ادا کرو اور ماہ رمضان کے روزے رکھو اور حج بیت اللہ کی تم استطاعت رکھتے ہو تو حج کرو۔

اس نووارد سائل نے آپ کا یہ جواب سن کر کہا۔ آپ نے سچ کہا۔ راوی حدیث حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ ہم کو اس پر تعجب ہوا کہ یہ شخص پوچھتا ہے اور پھر خود ہی تصدیق وتصویب بھی کرتا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا ’’اب مجھے یہ بتلایئے کہ ایمان کیا ہے؟

آپ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تم اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کے رسولوں کو اور اس کی کتابوں کو اور یوم آخر یعنی روز قیامت کو حق جانو اور ہر خیر وشر کی تقدیر کو بھی حق جانو اور حق مانو۔

(یہ سن کر بھی اس نے کہا۔ آپ نے سچ کہا) اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا ’’مجھے بتلایئے کہ احسان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ’’احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت و بندگی تم اس طرح کرو کہ گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو اگرچہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو۔ لیکن وہ تو تم کو دیکھتا ہی ہے‘‘

پھر اس شخص نے عرض کیا مجھے قیامت کے بابت بتلایئے (کہ کب واقع ہوگی) آپؐ نے فرمایا جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ اس کے سوال کرنے والے سے زیادہ نہیں جانتا۔

پھر اس نے عرض کیا ''تو پھر اس کی کچھ نشانیاں بتا دیجئے'' آپؐ نے فرمایا (اس کی ایک نشانی تو یہ ہے کہ) لونڈی اپنے آقا اور ملکہ کو جنے گی اور دوسری نشانی یہ ہے کہ) تم دیکھو گے جن کے پاؤں میں جوتا اور تن پر کپڑا نہیں ہے اور جو تہی دست اور بکریاں چرانے والے ہیں وہ بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں گے اور اس میں سے ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی کوشش کریں گے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ یہ باتیں کر کے وہ نو وارد شخص چلا گیا پھر کچھ عرصہ گذر گیا تو مجھے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عمر! کیا تمہیں پتہ ہے کہ وہ سوال کرنے والا شخص کون تھا؟

میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جاننے والے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ وہ جبرئیل تھے تمہاری مجلس میں اس لئے آئے تھے کہ تم لوگوں کو تمہارا دین سکھائیں۔ (صحیح مسلم وصحیح بخاری معارف الحدیث)

اس حدیث سے دین کی پوری پوری تشریح ہو جاتی ہے اور یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دین تینوں حالتوں (اسلام، ایمان اور احسان) پر مشتمل ہے اور خارجی و داخلی کیفیات و مدارج کے لحاظ سے اس کو مرتبہ نصیب ہوتا ہے حتیٰ کہ قرب و دید کی منزل حاصل ہو جاتی ہے۔ اور مومن عبادت کرتا ہے تو دیدار کے ساتھ ادا کرتا ہے جیسے آنحضرت ﷺ نے احسان کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اسی احسان کی تعلیم کا نتیجہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے فرمایا۔ **واللہ لم اعبد ربی حتی لم اراہ** (اللہ کی قسم نہیں عبادت کی میں نے اپنے رب کی یہاں تک میں نے دیکھ لیا اس (اپنے رب) کو

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ ''**مارایت شیا الا ورایت اللہ فیلہ**'' (یعنی میں نے نہیں دیکھا کسی چیز کو مگر اس حال میں کہ دیکھا میں نے اللہ کو)

اس سے ظاہر ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے احسان کی تعلیم دی تھی اور خلفاء وصحابہؓ اس تعلیم

سے فیض یاب ہوکر دیدار خداوندی سے مشرف بھی تھے اور کئی احادیث بھی دیکھی جاسکتی ہیں)

لہٰذا واضح ہوا کہ اگر خدانخواستہ آنحضرت ﷺ کے دور نبوت یا دور شریعت میں احسان یعنی دیدار کا جواز نہ ہوتا تو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے احسان کی ایسی تعریف وتوضیح ہرگز نہ نکلتی اور حضرت جبرئیل علیہ السلام ہرگز اطمینان ظاہر نہ کرتے کہ!!

احسان یہ ہے کہ اللہ کی عبادت وبندگی تم اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر چہ تم اس کو نہیں دیکھتے ہو لیکن (کم از کم اتنا تو ہو کہ) وہ تم کو دیکھتا ہی ہے۔!!!

اس مضمون کی تائید ایک اور حدیث سے بھی ہوتی ہے بلکہ اور بھی زیادہ وضاحت ہوگئی ہے۔ چنانچہ حدیث ہے۔

''ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین پانچ چیزوں کا مجموعہ ہے (جو سب کی سب ضروری ہیں) ان میں کوئی چیز بھی دوسرے کے بغیر بایں معنی مقبول نہیں کہ دوزخ سے کامل نجات دلا سکے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور (حضرت) محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں' کتابوں' اس کے رسولوں اور جنت ودوزخ پر یقین رکھنا اور اس پر کہ مرنے کے بعد پھر (حساب کتاب کے لئے) جی اٹھنا ہے یہ ایک بات ہوئی۔ اور پانچ نمازیں اسلام کا ستون ہیں اللہ تعالیٰ نماز کے بغیر ایمان بھی قبول نہیں کرے گا۔ زکواۃ گناہوں کا کفارہ ہے زکواۃ کے بغیر اللہ تعالیٰ ایمان اور نماز بھی قبول نہیں کرے گا۔ پھر جس نے یہ ارکان ادا کردیئے اور رمضان شریف کا مہینہ آ گیا اور کسی عذر کے بغیر جان بوجھ کر اس میں روزے نہ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کا ایمان قبول کرے اور نہ نماز وزکواۃ اور جس شخص نے یہ چار رکن ادا کرلئے اس کے بعد حج کرنے کی بھی وسعت ہوئی پھر اس نے خود حج کیا اور نہ اس کے بعد کسی دوسرے عزیز نے اس کی طرف سے حج کیا تو اس کا ایمان' نماز' زکواۃ اور روزے کچھ

قبول نہیں۔قبول نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کسی رکن اسلام میں کوتاہی ہونے سے بقیہ اعمال دوزخ سے فوری نجات دلانے کے لئے کافی نہ ہوں گے۔(**الحلیہ ترجمان السنہ**)

حضرت ابن عمرؓ کی روایات سے یہ بات کھل کر سامنے آ گئی کہ اسلام کے ان ارکان میں سے اگر ایک بھی رکن باقی رہ جائے تو دیگر ادا شدہ فرائض (ارکان) بھی قابل قبول نہیں رہتے اور نہ فوری نجات کے باعث ہو سکتے ہیں۔

ایسی صورت میں غور فرمایئے کہ فتح مکہ کے بعد جبکہ ہر طرح کی استطاعت اللہ نے عطا فرمادی تھی اور سورہ فتح کی بشارت بھی اللہ نے پوری فرمادی تھی تو حج کا رکن کس طرح باقی رہ سکتا تھا؟

لہٰذا آنحضرت ﷺ سے حج کا فریضہ (رکن اسلام) بھی ادا ہو گیا اور اللہ نے اسلام کے پانچوں ارکان کا تکملہ کروادیا۔اور یہی تکمیل دین بحیثیت اسلام ہوگئی۔اسی بناء پر اللہ نے ارشاد فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا

کیا اب بھی کوئی شبہ باقی رہ جاتا ہے کہ تکمیل دین سے مراد اس آیت میں سوائے ادائی حج کے اور کوئی مراد نہیں لی جاسکتی اور یہ بھی کہ دین کو ہر طرح (حتیٰ کہ تنزیلاً بھی) مکمل ہو گیا سمجھنا فاش غلطی ہے!!!

اسی طرح اسوہ رسول اکرم ﷺ میں ڈاکٹر محمد عبدالحیٔ نے علامت ایمان عنوان قائم کر کے چند احادیث درج کی ہیں۔چنانچہ حدیث بیان کی ہے کہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کو اپنے ماں باپ، اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ میری محبت نہ ہو۔(بخاری و مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ ارکان اسلام کی ادائی کے ساتھ ساتھ اللہ کے رسول کی محبت

اتنی زیادہ ہو کہ ماں باپ' اولاد سب قربان ہیں ہر وقت یہ احساس دلنشین رہے ورنہ ایمان کی حلاوت نصیب نہیں ہوسکتی۔ اور مزید یہ کہ ایمان بھی شریعت محمدی اور اسلام کی مکمل پابندی کے ساتھ ہونا ضروری ہے۔ ورنہ اسلام کے بغیر ایمان کا کوئی مقام نہیں ہوسکتا۔

علامت ایمان کے تحت ایک اور حدیث یہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایمان کی ستر سے بھی کچھ زیادہ شاخیں ہیں ان میں سے سب سے اعلیٰ اور افضل **لا الـہ الا اللـہ** کا قائل ہونا ہے۔ یعنی توحید کی شہادت دینا ہے اور ان میں ادنیٰ درجہ کی چیز اذیت اور تکلیف دینے والی چیزوں کا راستہ سے ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک اہم شاخ ہے۔ (معارف الحدیث' صحیح بخاری و صحیح مسلم)

اس حدیث میں ایمان کی سب سے اعلیٰ اور افضل صورت لا الہ الا اللہ کا قائل ہونا یعنی توحید کی شہادت دینے کو ذہن میں تازہ رکھئے۔ انشاء اللہ دیدار خدا کی بحث کو سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

غرض ایمان کے مدارج اور احسان کی منزل دونوں اس حدیث میں واضح ہیں کیونکہ توحید کی شہادت دینا اور عینی شہادت دینا ہی احسان کی منزل ہے۔ اور یہی بات حدیث جبرئیلؑ میں وضاحت سے آنحضرت ﷺ نے بیان فرمادی ہے کہ اللہ کی عبادت اور بندگی تم اس طرح کرو گویا تم اس کو دیکھ رہے ہو۔

غرض اب تک بیان کی گئی آیات واحادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اسلام' ایمان اور احسان...... دین کے تین پہلو... یا مدارج ہیں اور دین کا پہلا و بنیادی پہلو اسلام ہے۔

اور اسلام کی سیڑھی چڑھنے سے ہی ایمان اور احسان کی منزل یا مرتبہ نصیب ہوتا ہے اور یہی قرب و دید کی منزل ہوتی ہے۔

غرض مذکورہ بالا تمام احادیث سے یہ بات حتمی طور پر ثابت ہوگئی کہ اسلام کے یہ

پانچ ارکان ہیں۔

(۱)اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔(۲)نماز(۳)زکواۃ(۴)روزہ(۵)حج(بشرط استطاعت)

اور اسلام کے ان ہی پانچ ارکان میں سے چار ارکان کا تکملہ آنحضرت ﷺ فرما چکے تھے صرف حج ہونا باقی تھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے سورہ فتح میں دی گئی بشارت کو پورا فرمایا اور بشارت ووعدوں کے مطابق ہی آنحضرت ﷺ کا حج تکمیل پایا۔اور یہی تکمیل دین(بحیثیت اسلام)ہوگئی جیسا کہ اللہ نے فرمایا **الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**

اب یہ فقیر خدا کو حاضر وناظر جان کر قرآن کریم کو گواہ رکھ کر رسولؑ ومہدیؑ کو گواہ رکھ کر ایک مرتبہ اور یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کی تصدیق سے مشرف ہونے کے طفیل ہمارے حقیقی اہل سنت والجماعت ہونے پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ مہدوی اپنے حقیقی سنت والجماعت موقف پر زیادہ مضبوط ومستحکم ہوگئے ہیں اس کی تفصیل اسی کتاب کے صفحہ(۵ سے ۶)پر دوبارہ ملاحظہ فرمانے کی زحمت گوارا فرمائیے۔

ناظرین کرام...... ہمارا یہ موقف خود بتاتا ہے کہ ہم حق پر ہیں اور ہم نے بالکل صحیح ہاتھ پر بیعت کی ہے اور اسی وجہ سے حقیقی اہل سنت والجماعت کے خط مستقیم کے زاویہ میں بال برابر بھی انحراف نہیں آسکا کتاب اللہ اور اتباع رسول اللہ پر قائم رہنے کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہوسکتا ہے!!

لہٰذا ثابت ہوا کہ ’’تکمیل دین‘‘ کی غلط توضیح کو بنیاد بنا کر جو کفر اور خارج از اسلام کے فتوے جاری کئے گئے ہیں از خود غلط اور معطل ہوگئے۔الحمدللہ۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیدار خدا کی بحث

مفتی صاحب جامعہ سبیل السلام نے **لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار** آیت کو پیش کرتے ہوئے دار دنیا میں دیدار خدا کی نفی کی ہے۔

حالانکہ حضور اکرم ﷺ کے پردہ فرمالینے کے بعد سے ہی اس آیت کی تشریح کے سلسلہ میں (دیدار کے مسئلہ پر) کافی بحثیں ہوچکی ہیں۔ لفظ ''ادراک'' کے معنی کے تعین پر کافی محنت ہوچکی ہے۔ مشہور مفسرین ''ادراک'' کی تفسیر ''احاطہ'' سے فرماتے ہیں۔ (یہاں ادراک اور ابصار کا فرق سمجھے بغیر بات سمجھ میں نہیں آسکتی)

لیکن جامعہ سبیل السلام کے فتوے سے معلوم ہوتا ہے کہ مفتی صاحب دیدار خدا کی ابتدائی بحث سے بھی ناواقف ہیں۔ حیرت پر حیرت ہوتی ہے کہ جامعہ سبیل السلام جیسے ممتاز دینی ادارہ کے مفتی ہونے کے باوجود ایسی بے سمجھی بے علمی کی بات کس طرح کہتے ہیں۔ اور خود اپنے (یعنی اہل سنت والجماعت کے) بنیادی عقائد سے بے فیضی کس طرح ظاہر کرسکتے ہیں۔ لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ غلطی تو خود مفتی صاحب کی ذاتی ہے لیکن اس کا اثر اور بوجھ ادارہ (جامعہ سبیل السلام) کی ساکھ پر پڑ رہا ہے اور وقار سخت متاثر ہو رہا ہے۔

غرض فتوے سے مفتی صاحب جامعہ سبیل السلام کو خود اپنے عقائد سے لاعلمی ظاہر ہو رہی ہے۔ یہ علمی وفکری فقدان بھی ایک طرح کا قہر خداوندی ہے کہ کیا کہہ رہے ہیں اس کا خود کو پتہ نہیں ہے!!

مفتی صاحب اور ان کی ہاں میں ہاں ملانے والے اصحاب سے خصوصی عرض ہے

کہ دیدار کی تمام بحثوں کو ایک طرف رکھ دیں اور کلمہ شہادت ایک مرتبہ اور پڑھ لیں۔

اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ (یعنی گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد عبد اللہ (اللہ کے بندے) اور اس کے رسول ہیں۔)

مفتی صاحب جب فتویٰ دینے میں پیش پیش ہیں تو غالباً ان کو شہادت کی اقسام اور شہادت کے معیارات کا بھی بخوبی علم ہوگا۔

اب مفتی صاحب یہ بتائیں کہ خود مفتی صاحب جو کلمہ شہادت زبان سے ادا کر رہے ہیں اور گواہی دے رہے ہیں کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو یہ گواہی کس قسم کی ہے؟

اگر مفتی صاحب اللہ کے معبود ہونے' واحد ہونے اور لا شریک لہ ہونے کی گواہی یوں ہی بلا سوچے سمجھے دے رہے ہیں تو یہ گواہی' گواہی کس طرح شمار ہوسکتی ہے؟ کیا ناواقف جہلا (بلکہ اعمیٰ' اندھوں) کی گواہی جیسی گواہی شرعی حیثیت سے مکمل اور عینی شہادت جیسی گواہی شمار ہوسکتی ہے۔

غور فرمایئے کہ ایک طرف تو دیدار خدا کو محال و ناممکن بتانے والا اور اپنی تائید میں حضرت موسیٰ کو بھی بے دید ثابت کرنے والا) اور دوسری طرف اللہ کے ایک ہونے اور لا شریک لہ ہونے کی گواہی یوں ہی دینے والا۔ جھوٹا و گنہ گار ہوگا کہ نہیں؟

اگر مفتی صاحب کو عینی شہادت کس کو کہتے ہیں معلوم ہوتا یا عینی شہادت کے درجہ کا علم ہوتا تو دیدار خدا اس دنیا میں ہونا جائز ہے خود بخود سمجھ میں آجاتا۔ اور فوری بلا تاخیر جی

جان سے کوشش کرتے ہوئے نظر آتے کہ خود کو بھی عینی شاہدین میں شامل کرلیں۔اور ایک عینی شاہد کی طرح (یعنی اہل بصیرت کی طرح) شہادت دینے کی فکر کرتے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے!!! نہ کہ عینی شاہد بننے کا شوق رکھنے والے اور عینی شاہدوں میں شمار ہونے کی کوشش کرنے والوں کو کافر اور خارج از اسلام قرار دینے کی کوشش کرتے!!

اب خود بخود یہ بات آپ کی سمجھ میں آسکتی ہے کہ حضرت سید محمد جونپوری مہدی موعود علیہ السلام کس حیثیت سے مبعوث ہوئے ہیں تو صرف اسی غرض سے مبعوث ہوئے ہیں کہ **اشهد ان لااله الا الله وحده لا شريك** کی گواہی دینے والوں کو باضابطہ عینی شاہد بن کر عینی شہادت دینے کے قابل بنائیں۔اور عینی شاہد بننے کی صحیح تعلیم وترغیب ''کتاب اللہ واتباع محمد رسول اللہ'' کے تحت دیں!!

خدارا کوئی بھی فیصلہ دے کہ **اشهد ان لا اله الا الله** (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے) کی ظاہری وسماعی گواہی کے بجائے عینی گواہی (عینی شہادت) کے قابل ہونے کی کوشش کرنے والوں پر اگر کفر کا فتویٰ جاری کیا جائے تو کیا خود مفتی صاحب پر ہی ایسا فتویٰ لاگو نہیں ہوجائے گا۔اور کیا خارج از اسلام کا فتویٰ دینے والے خود خارج از اسلام قرار نہیں پائیں گے؟ اور کیا ایسے تمام فتوے اپنے پیر پر آپ کلہاڑی مارنے اور اپنی گردن اپنے ہاتھوں سے آپ کاٹ لینے کے مترادف نہیں ہوجائیں گے۔ضرور ہوجائیں گے۔اللہ ایسی بے علمی اور ناعاقبت اندیشی سے ہر ایک کو بچائے آمین!!

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے تعلق سے بھی بلا سوچے بلا سمجھے یہ گواہی دے دینا کہ آپ ''**عبده ورسوله**'' عبداللہ (اللہ کے بندے) اور اللہ کے رسول ہیں بھی عینی

شہادت شمار نہیں ہوسکتی...... (اس نازک مرحلہ پر اس سے زیادہ گفتگو کرنے میں بعض مجبوریاں حائل ہیں ورنہ اس مرحلہ پر بھی سیر حاصل گفتگو کردی جاتی' یہ فقیر معافی خواہ ہوں) اسی لئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ 'انی عبد الله تابع محمد رسول الله'' یعنی جس طرح محمد ﷺ اللہ کے عینی (بے پردہ) شاہد ہیں اسی طرح بحیثیت خلیفۃ اللہ مامور من اللہ و مطابق فرمان رسول اللہ' حضرت مہدی موعود علیہ السلام بھی بعینہ (اتباع محمد میں) اللہ کے عینی (بے پردہ) شاہد ہیں۔

اب آپ پچھلے صفحات پر تفسیر کبیر کے حوالے سے بیان کی گئی حدیث دوبارہ پڑھیئے ......تفسیر کبیر حضرت مہدی موعود علیہ السلام سے تقریباً پونے تین سو برس پہلے لکھی گئی ہے۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان لا عرف قوما هم بمنزلتى فقال الاصحاب كيف يكون يا رسول الله انت خاتم النبيين ولا نبى بعدك فقال ليسوا من الانبياء ولكن يغبطهم الانبياء بقربهم ومقعدهم من الله وهم المتحابون فى الله (تفسیر کبیر جلد ثانی از امام فخر الدین رازیؒ)

''میں ایسی قوم کو جانتا ہوں جو میری منزل میں ہے۔ اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ایسا کیوں کر ہوسکے گا جبکہ آپ خاتم النبیین ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ آپ نے فرمایا وہ لوگ انبیاء تو نہیں ہیں لیکن اللہ سے ان کی قربت و مقام کی وجہ سے انبیاء ان سے رشک کریں گے وہ سب اللہ سے محبت کرنے والے ہوں گے''

خدارا بے لاگ فیصلہ فرمایئے کہ یہ اتباع دید بے پردہ عینی شہادت ہونے کی وجہ سے ہی ہے یا نہیں اور بمنزلتی (میری منزل میں ہیں) کے الفاظ رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے جاری ہوئے ہیں یا نہیں۔

اگر آپ کو رسول اکرم ﷺ سے قطعی محبت ہے اور رسول اکرم ﷺ پر آپ کو اعتماد ویقین ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے ان الفاظ مبارکہ پر بھی آپ کو اعتماد ویقین ہونا لازم ہے' فرض ہے!!! باعث ایمان ہے۔!!!

ناظرین کرام اگرچہ اب تک کی گفتگو مکمل اور شافی وکافی ہے لیکن عام طور پر منکرین دیدار خدا (یعنی وہ لوگ جو اس دنیا میں دیدار خدا کو ناممکن قرار دیتے ہیں) سورہ الاعراف کی آیتوں سے عوام کو یہ غلط باور کراتے ہیں بلکہ گمراہ کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر اور صاحب کتاب پیغمبر کو جب دیدار خدا نہ ہوسکا تو پھر آپ کو ہم کو دیدار ہونے کا سوال ہی کس طرح پیدا ہوسکتا ہے۔!!

ایسے ہی سوالات متعدد اصحاب نے شخصی طور پر خود اس فقیر سے بھی کئے ہیں۔ لہٰذا مسئلہ کی نوعیت اور اہمیت کا خیال کرتے ہوئے سورہ الاعراف کی آیتوں کے تعلق سے بھی کچھ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ اس معاملہ میں شدید غلط فہمی کا ازالہ ہوجائے۔

(الف) سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ خاتم الانبیاء رحمۃ للعٰلمین کی امت میں جنم لے کر صاحب معراج پیغمبر کی امت میں سانس لے کر اور رسول اللہ ﷺ کا فیض حاصل ہونے کے دعویدار بن کر پچھلی امتوں کی مثال بے اصول طریقہ سے پیش کرنا خود ایک فاش غلطی ہے اور عامیانہ طریقہ ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ آنحضرت ﷺ سے اسی سلسلہ اور اسی عنوان کا ایک عمل زیادہ بہتر معیار واعلیٰ نوعیت کا (یعنی عالیت کا) ہمارے لئے بطور مثال وسبق موجود ہے۔

(ب) حضرت موسیٰ علیہ السلام پچھلی امتوں کے لئے نبی تھے اور ''طور'' پر تجلی کو دیکھ کر بے ہوش ہوگئے تھے۔ جبکہ ہم حضرت محمد ﷺ کی موجودہ زندہ امت سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور

ہم جس نبی ﷺ کی امت میں ہیں وہ نبی......اللہ کے حضور جا کر آئے ہیں (معراج ہوئی ہے) حتیٰ کہ حضرت جبرئیلؑ کا گزر بھی جہاں ممکن نہ تھا' حضورؐ تشریف لے گئے ہیں (آپ کسی بھی کتاب میں معراج کی تفصیل ملاحظہ فرماسکتے ہیں) لہٰذا آنحضرت ﷺ (جن کی فراز لامکان تک رسائی تھی اور جو بے پردہ دید کے شرف سے مالا مال تھے) کی امت میں پیدا ہوکر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موقتی اور مشروط تجلی کے واقعہ سے غلط اور غیر متعلقہ استدلال کرنا اور دیدار کو ناممکن قرار دینا آنحضرت ﷺ کے امتی کہلانے کے شرف کو از خود باطل کر دیتا ہے کہ نہیں؟ کم از کم مشکوک کر دیتا ہے کہ نہیں؟ خود فیصلہ کرلیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ آنحضرت ﷺ کے متعدد صحابہؓ کو تک دیدار حاصل تھا اور اصالتاً آنحضرت ﷺ نے دعوتِ بصیرت بھی دی ہے **(قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ علی بصیرة انا و من اتبعنی) الایۃ (سورہ یوسف)**

اور ایسی کئی روایتیں موجود ہیں جن سے صحابہ کرامؓ کو دیدار ہونا ثابت ہے۔ اور آپ نے صحابہ کرامؓ کو خصوصی تعلیم بھی دی ہے اس کے علاوہ اکابر اہل سنت میں تو کثیر مثالیں موجود ہیں جنہوں نے دیدار خدا کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ نے آداب المریدین میں تحریر فرمایا ہے کہ

"واجماع صوفیاں است کہ خدائے تعالیٰ بدیں چشمے کے بر روئے است ایں حدقہ کہ است وروشنائی کہ دریں حدقہ کہ ہست کہ ھمبریں روشنائی کہ خدائے را خواھند دید من کہ محمد حسینی ام می گویم کہ خدائے را بزرگان باشد کہ ھم دردنیا بچشم دل بینید ۔ ثابت شد کہ طالب صادق ومشتاق واثق جمال حضرت سبحانہ و تعالیٰ بلا کیف وکیفیت در دنیا بینید" (آداب المریدین)

یعنی اس بات پر صوفیوں کا اجماع ہے کہ ان آنکھوں سے جو کہ چہرہ پر ہیں اوران ہی حدقوں سے کہ جن میں روشنائی ہے اس روشنائی سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں جو کہ محمد حسینی ہوں کہتا ہوں کہ ایسے بزرگ بندے بھی ہیں کہ جنہوں نے اس دنیا میں خدا کو چشم دل سے دیکھا ہے......ثابت ہے کہ طالبان صادق اور مشتاق واثق حضرت سبحانہ تعالیٰ کے جمال کو اسی دنیا میں دیکھے ہیں، دیکھ سکتے ہیں۔

اسی طرح شرح مقاصد از حضرت سعد اللہ تفتازانیؒ میں لکھا ہے کہ **اما الا اجماع فاتفاق الامة قبل حدوث المخالفین علی وقوع الرویة** یعنی مخالفین پیدا ہونے سے پہلے امت محمد یہ نے وقوع رویت پر اتفاق کیا ہے۔ (شرح مقاصد از حضرت سعد اللہ تفتازانیؒ)

اور آگے یہ بھی لکھا ہے کہ **حتی روی حدیث الرویة احد وعشرون رجلاً من کبار الصحابةؓ** (یعنی روایت (دیدار) کی حدیث اکیس (۲۱) جلیل القدر صحابیوں سے مروی ہے)

حضرت امام محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں۔

''معلوم ہوا کہ جب دیدار کا وقوع خواب میں اور آخرت میں جائز ہے تو جس شخص کو اللہ چاہے بیداری اور زندگانی دنیا میں بھی اس کے لئے دیدار کا وقوع جائز ہے۔'' (فتوحات مکیہ باب ۶۴)

ناظرین کرام ...... یہ تمام حوالہ جات حضرت مہدی علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کے بزرگان اہل سنت والجماعت و اولیاء کے ہیں۔ اور صحابہ کرام (جلیل القدر من کبار الصحابہؓ) سے بھی دیدار کی حدیثیں مروی ہیں۔ بخوف طوالت سنت والجماعت کے معتبر و مستند حوالہ جات مزید درج نہیں کئے جارہے ہیں۔ بات سمجھنا ہے تو کیا اتنے حوالہ جات کافی نہیں؟ لہٰذا معلوم ہوا کہ منکرین دیدار (بشمول مفتی صاحب) عقائد اہل سنت سے خود ناواقف ہیں!!!

(ج) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں یہ بات خصوصیت سے نوٹ کی جانے کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو چونکہ شرف تکلم حاصل تھا آپ کلیم اللہ تھے اس لئے پردہ سے گزر کر بے پردہ تکلم کی خواہش ہونا بھی ایک فطری اور ضروری امر تھا۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کو بے پردہ تکلم کی خواہش ہوئی اور آپ نے اپنی فطری خواہش ظاہر فرمادی۔ اگر دیدار ناممکن و محال ہوتا......تو ایک پیغمبر ہونے کے ناطے ناممکن ومحال امر کی خواہش بھی نہ کی جاتی۔ کہ یہ بات شان نبوت سے میل نہیں کھاتی۔ <u>غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار کی خصوصی تعلیم سے بہرہ مند نہیں کیا گیا تھا جو اس مرحلہ سے گزرنے کے لئے لازمی ہے۔</u>

اگر آپ سورہ الکہف کا بغور مطالعہ فرمائیں تو یہ گرہ بھی آسانی سے کھل جاتی ہے۔ سورہ کہف میں واضح طور پر یہ بیان ہوا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منجانب اللہ حضرت خضر علیہ السلام کے پاس روانہ کیا گیا تھا۔ (قرآن میں جن بزرگ کا ذکر آیا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام جن کے پاس گئے تھے عام طور پر ان کو خضر کہا جاتا ہے اسی لئے اس فقیر نے بھی خضر علیہ السلام لکھا ہے۔)

حضرت خضر علیہ السلام کے لئے خود قرآن یوں فرماتا ہے۔ **اتینہ رحمۃ من عندنا وعلمنٰہ من لدنا علما** (یعنی جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا (الکہف ۶۵) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے پاس پہنچ کر یوں فرمایا۔ **قال لہ موسیٰ علی اتبعک علی ان تعلمن مما علمت رشدا** (اس سے (حضرت خضر سے) موسیٰ نے کہا کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط پر کہ تم مجھے سکھادو گے (وہ باتیں جو تمہیں تعلیم ہوئی ہیں) الکہف ۶۶

حضرت موسیٰ کی اس خواہش پر حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا۔ **قال انک**

لن تستطیع معی صبرا (یعنی فرمایا (حضرت خضر علیہ السلام نے) آپ میرے ساتھ صبر سے (تعلیم حاصل کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے) الکھف ۶۷ (یعنی اور آپ کیوں کر صبر کرسکیں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں) (الکھف ۶۷)

اور پھر اس کے ساتھ ہی حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر شرط لگادی کہ **قال فان اتبعتنی فلا تسئلنی عن شئی حتی احدث لک منه ذکرا** (الکھف ۷۰) (یعنی اگر آپ میرا اتباع کرتے ہیں (میرے ساتھ رہتے ہیں) تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک کہ میں خود اس کا ذکر نہ کروں)

یہ جو کچھ بھی گفتگو (سوال و جواب) آپ نے ملاحظہ فرمائی ہے یہ سب قرآن میں موجود ہے۔کوئی من گھڑت قصہ کہانی ہرگز نہیں ہے۔اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔لیکن آپ آگے کی آیات تلاوت کریں تو حیرت ہوگی کہ حضرت موسیٰ شدید ارادے اور پکے وعدہ کے باوجود صبر نہیں فرما سکے۔جیسا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے **لن تستطیع معی صبرا** کی پیشین گوئی فرمادی تھی۔اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک جلیل القدر صاحبِ کتاب پیغمبر ہونے کے باوجود ان کی ضرورت اور ان کے زمانہ کے لحاظ سے اور ان کے متعلقہ خطہ کے لئے جتنا بھی علم دیا جانا ضروری تھا منجانب اللہ دے دیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کے علم کا اور حضرت خضر علیہ السلام کے علم کا جس تقابلی انداز کا اشارہ دیا ہے ہر صاحب سمجھ غور فرما سکتا ہے۔قرآن حکیم نے بھی جابجا غور وفکر و تدبر کا حکم دیا ہے۔)

آپ کے لئے یہاں بہترین غور وفکر کا موقع ہے۔غور فرمائیے کہ آنحضرت ﷺ عالمین کے لئے رحمت ہیں۔یعنی اللہ تعالیٰ جس طرح سارے عالمین کا رب (رب العالمین) ہے۔آنحضرت ﷺ سارے عالمین کے لئے رحمت (رحمت اللعلمین) ہیں۔

یہ زمین کی کوئی مخصوص قوم' مخصوص خطہ یا مخصوص زمانہ کی بات نہیں ہے۔آنحضرت ﷺ قیامت تک کے لئے نبی ہیں۔اور ازلی حیثیت سے خاتم النبیین افضل الانبیاء ہیں۔اس پر ایمان رکھنا فرض ہے۔لہٰذا تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی امت میں رہ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت کی غیر مطابق' غیر متوازی غیر موزوں مثال دے کر عوام کا تو عارضی طور پر منہ بند کر سکتے ہیں۔لیکن حقیقت سے کسی قیمت بھی روگردانی نہیں کر سکتے۔

(د) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حالات کے اس پس منظر میں ''طور'' کے واقعہ پر ایک علیحدہ نوعیت سے نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ نے سورہ الاعراف آیت ۱۴۳ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خواہش دید اس طرح بیان فرمائی ہے کہ **قال رب ارنی انظر الیک** ''کہا موسیٰ نے اے رب (مجھے اپنا دیدار دکھا کہ میں تجھے دیکھوں'' اور اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا **قال لن ترانی ولکن انظر الی الجبل فان استقر مکانه فسوف ترانی (یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ تو ہرگز مجھے نہیں دیکھ سکے گا لیکن (پھر بھی) اس پہاڑ کی طرف دیکھو یہ (پہاڑ) اگر اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا۔(الاعراف آیت ۱۴۳)**

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بطور شرط یہ ہدایت فرمائی کہ تم کو اس پہاڑ سے زیادہ مضبوط موقف بننا پڑے گا۔اگر تم اپنے آپ کو اس پہاڑ سے زیادہ مضبوط دل و مضبوط موقف وثابت قدم رکھ سکو گے تو سمجھ لو تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔!!

یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار کی......یا دیدار کے قابل ہونے کی جو شرط رکھی ہے

اس کو سمجھے بغیر ذہن میں رکھے بغیر دیدار کی قطعی نفی کرنا توہینِ دیدار و توہین مراتبِ رسول اللہ ﷺ کے مترادف ہے۔

آپ ابھی ابھی پچھلی سطروں میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کی شرط صبر پر ہی عمل نہیں فرما سکے تھے تو اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیدار کے قابل ہونے کی اس اہم شرط کا تکملہ کرنا موسیٰ علیہ السلام کے لئے کس قدر مشکل رہا ہوگا ہر کوئی سمجھ سکتا ہے۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عظمت دیدار خدا سمجھانے کے لئے تجلی فرمائی۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اس سے رویت باری تعالیٰ (دیدار الٰہی) کو سمجھ لیا اور یہ بھی جان لیا کہ جس طرح اور جس موقف میں رویت کا سوال کیا گیا وہ بھی درست نہیں تھا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایک صاحب کتاب پیغمبر کی درخواست کلیتاً رد فرمانے کی بجائے تجلی دکھا دی تاکہ حضرت موسیٰ بات کی اصلیت سمجھ لیں۔

لیکن اس واقعہ سے آنحضرت ﷺ کے موقف اور حالت قلبی سمجھنے کا بھی ایک زرین موقع فراہم ہو جاتا ہے۔ بشرط یہ کہ غور کریں، سمجھیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ حشر میں فرماتا ہے۔

لو انزلنا هدا القرآن علی جبل لرایته خاشعا متصدعا من خشية الله (یعنی اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو وہ پاش پاش (ریزہ ریزہ) ہو جاتا اللہ کے خوف سے) (سورہ حشر آیت ۲۱)

پھر ساتھ ہی فرماتا ہے۔ **وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون (یعنی اور یہ مثالیں ہم بیان کرتے ہیں لوگوں کے لے تاکہ وہ ان میں**

فکر(غور کریں!!) (سورہ حشر آیت ۲۱)

ناظرین کرام اگر آپ اس نازک مرحلہ پر اوپر والی آیت میں قرآن کے حکم **لعلھم یتفکرون** (تاکہ اس میں غوروفکر کریں) پر عمل کرتے ہوئے فکر فرمائیں اور سنجیدگی سے سوچیں تو خود آپ کو بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ قرآن اگر پہاڑ پر اتارا جاتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاتا۔لیکن قلب رسول اکرم ﷺ نے اس کلام الٰہی کے نزول کے بوجھ کو کاملاً سہار لیا۔اگر حضرت موسیٰ بھی اس منزل قلب کے قریب ہوجاتے تو بلاشبہ ہوش وحواس کے ساتھ دیدار خدا کے متحمل ہوجاتے جیسا کہ خود قرآن نے مشروط یقین دہائی فرمائی کہ

ولکن انظر الی الجبل فان استقرمکانه فسوف ترانی (لیکن ہاں اس پہاڑ کی طرف دیکھو اگر یہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا (قائم رہا) تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا) حضرت موسیٰ علیہ السلام اگر اپنا موقف یا اپنا دل پہاڑ کی طرح مضبوط فرمالیتے تو بلاشبہ پورے ہوش وحواس کی حالت میں دیدار کو سہار لیتے۔لیکن جب اللہ تعالیٰ نے تجلی فرمائی تو پہاڑ پاش پاش ہوگیا اوراسی تجلی کے اثر سے موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔

اگر خدانخواستہ موسیٰ علیہ السلام کو کسی بھی درجہ میں دیدار نہ ہوا ہوتا تو پھر ان کے بے ہوش ہونے کا موقع ہی کیا تھا۔جس طرح پہاڑ پاش پاش ہوگیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہوش وحواس بھی گم ہوگئے اور وہ بے ہوش ہوگئے۔گویا تجلی کا اثر ان پر بھی ہوا تھا۔

ناظرین کرام! توجہ دیجئے اور غور فرمائیے کہ حضرت موسیٰ تجلی کے بعد بے ہوش تو ہوگئے تھے لیکن کچھ دیر بعد بے ہوشی میں افاقہ ہوا اور ہوش میں آگئے اور فرمایا۔

قال سبحانک تبت الیک وانا اول المومنین (یعنی موسیٰ علیہ السلام نے) کہا(اے اللہ) پاکی ہے تیری اور تیری طرف رجوع لاتا ہوں اور میں

سب سے پہلا ہوں مومنین میں (الاعراف ۱۴۳)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ جھلک باری تعالیٰ سے ضرور مشرف ہوئے اسی بناء پر بے ہوش بھی ہوئے اور ہوش میں آنے کے بعد محسوس فرمایا کہ اللہ کے دیدار کا کیا موقف ہوتا ہے۔اس لئے رجوع بھی لائے اور اظہار شکر و نعمت کے طور پر خوشی کا نعرہ بلند فرمایا کہ انا اول المومنین (میں ہی سب سے پہلا مومن ہوں)

اگر موسیٰ علیہ السلام دیدار سے مشرف نہ ہوتے یا جھلک بھی نہ دیکھ سکتے تو انا اول المومنین کا اعلان کرنے اور بصد افتخار خوشی کا اظہار کرتے ہوئے **انا اول المومنین** کہنے کا موقع ہی کیا تھا!!!

اس کے علاوہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار ہوا تھا یا نہیں ہوا تھا بحث میں جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے اور نہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیدار نہیں ہوا تھا اس پر اڑ جانے اور الٹی سیدھی بحث کی ضرورت ہے کیونکہ ہم امت محمدی میں ہیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر حکم دیا ہے کہ

قل هذه سبيلى ادعوا الى الله على بصيرة انا و من اتبعنى
و سبحان الله و ما انا من المشركين (سورہ یوسف ۱۰۸)

(اے محمد) کہہ دو کہ یہ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں اور وہ بھی جو میرا تابع ہے (میرے نقش قدم پر چلنے والا ہے) اور سبحان اللہ میں مشرکین میں سے نہیں ہوں۔)

دیکھئے اچھی طرح دیکھئے! آنحضرت ﷺ بحکم خدا فرما رہے ہیں۔

(قل (کہو اے محمد) هذه سبيلى (یہ میری (یعنی محمد کی) راہ ہے) اور میں اللہ کی

طرف بصیرت پر بلاتا ہوں......(سبیلی سے مراد محمد کی اپنی ذاتی راہ ہے۔لہٰذا لفظ سبیلی پر توجہ دیئے بغیر بات سمجھ میں نہیں آسکتی)

جب آنحضرت ﷺ ''یہ میری (محمد کی) راہ ہے'' (یہ میرا (محمد کا) راستہ ہے) اور میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں فرمار ہے ہیں تو آنحضرت ﷺ کی امت میں جنم لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے راستہ کی غلط طریقہ سے نشاندہی کر کے بصیرت (اللہ کے دیدار) سے ہی انکار کر دینا رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے یا نہیں......اور قرآن کے حکم سے سرتابی وانحراف ہے یا نہیں!

رسول اللہ ﷺ تو فرمار ہے ہیں ''یہ میری راہ ہے(ھذہ سبیلی)اور رسول اللہ ﷺ سے اپنی محبت کا دعویٰ کرنے والے یہ مفتی صاحبان' محمد کے راستہ کے بجائے (سبیلی موسیٰ) موسیٰ کے دیدار کو بھی محرومی سے بدل دے رہے ہیں اور نتیجتاً ہر کسی کی زبان پر یہی پروپگنڈہ ملے گا کہ جب حضرت موسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کو دیدار نہیں ہوسکا تو ہم کو کیسے ہوسکتا ہے۔ایسا پروپگنڈہ رسول اکرم ﷺ کی راہ سے کسی درجہ شدید بغاوت اور کتنی کھلی گستاخی ہے سمجھ ہے تو سمجھئے!!!

ناظرین کرام......سورہ یوسف کی اس آیت قل ھذہ سبیلی الایۃ پر پوری گفتگو فی الحال مقصود نہیں ہے انشاء اللہ بعد میں اگر اللہ موقع عطا فرمائے تو اس کی علیحدہ توضیح کی جائے گی۔خصوصاً وما انا من المشرکین کی وضاحت آپ ضرور پسند فرمائیں گے۔ انشاءاللہ

لیکن یہاں موقعہ کے لحاظ سے یہ بات پوچھنا ضروری ہے کہ آج جبکہ یہ مفتی صاحبان اوران کی تائید کرنے والے اصحاب بصیرت کے قائل ہیں نہیں ہیں تو رسول اکرم ﷺ کے اتباع میں بصیرت کی دعوت کس طرح دے سکتے ہیں؟اور آنحضرت ﷺ کی اس

دعوت کا اتباع کس طرح کر سکتے ہیں۔جیسا کہ قرآن فرماتا ہے۔

قل (کہدو اے محمد) هذه سبيلى (یہ میرا (محمد کا راستہ ہے) ادعوا الى الله على بصيرة (میں اللہ کی طرف بصیرت پر بلاتا ہوں) انا و من اتبعنى (میں (یعنی محمد) اور وہ جو میرا تابع ہے) سورہ یوسف ۱۰۸

لہٰذا ثابت ہوا کہ ''بصیرت'' کے قائل ہوئے بغیر اسی آیت کے تحت خصوصی طور پر رسول اکرم ﷺ کی ''دعوت بصیرت'' کو قبول کرنے والوں میں بھی شمول نہیں ہوسکتا (زیادہ سے زیادہ اتنا ضرور کر لے سکتے ہیں کہ ''بصیرت'' سے مراد دیدار تسلیم کرنے سے ہی انکار کر دیں یہ اپنی اپنی مرضی کی بات ہوگی) **ان تمام باتوں سے قطع نظر نکتہ کی بات یہی ہے کہ ہم بفضل تعالیٰ اللہ کے حضور عرش پر جانے والی ہستی کی امت میں ہیں** اور اللہ کے حضور عرش پر جانے آنے والی ہستی نے ہی ہم کو'' الصلوٰة معراج المومنين '' کی بشارت عطا فرمائی ہے جو ہمارے لئے وعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔لہٰذا ہماری نمازیں دیدار کی حامل ہونے میں مشکل ہی کیا ہے۔اور آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے''احسان'' کی تشریح ان تعبد الله كانك تراه فان لم تراه فانه يراک (اللہ کی عبادت و بندگی تو اس طرح کر گویا تو اس کو دیکھ رہا ہے کیونکہ اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ مجھے دیکھ رہا ہے) جیسی نمازیں ادا کرنے میں رکاوٹ ہی کیا ہے۔ البتہ ہم کو اتنا ضرور کرنا ہے کہ اسی دنیا میں اپنی زندگی کو آخرت کی زندگی جیسی بنالینا ہے۔اگر اسی دنیا میں آخرت کی زندگی کا نمونہ بن جائیں تو صرف آخرت میں دیدار کے قائل ہونے والوں کی بات کا بھی خود بخود حل نکل آتا ہے۔اور اسی دنیا میں دیدار ضرور ہوسکتا ہے۔

کیونکہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔

اوتوا الا جیرأ جرہ قبل ان یجف عرقه

(یعنی محنت کرنے والے کا اجر اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیں)

لہٰذا اس لذتوں سے بھری پری دنیا میں آخرت کی زندگی کا نمونہ بن جانے کے بعد ہماری محنت کا اجر (دیدار) اسی دنیا میں ہمارا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ ادا فرما سکتا ہے صرف اس کا فضل درکار ہے اور مومن کو اس منزل تک آئے بغیر سکون بھی نہیں مل سکتا۔ جیسا کہ فرمان آنحضرت ﷺ ہے۔

"لا راحة للمومنين دون لقاء الله تعالیٰ" (المعیار ۲۳)

مومنین کو اللہ کے دیدار کے بغیر راحت ہی نہیں مل سکتی۔

اور یہی وجہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا واللہ لم اعبد ربی حتی لم اراء (اللہ کی قسم نہیں عبادت کی میں نے اپنے رب کی حتیٰ کہ میں نے دیکھ لیا اس کو (اپنے رب کو)

اسی طرح حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ مارایت شیا الا ورایت الله فیه (یعنی میں نے نہیں دیکھا کسی چیز کو مگر اس حال میں کہ دیکھا میں نے اللہ کو)

کئی صحابہ کرام سے ایسی روایتیں صاف صاف موجود ہیں جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا!!! اگر اسی دنیا میں اللہ کے دیدار سے انکار کرنے والے اصحاب غور کریں تو بات سمجھنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ فکر وفہم کے دروازے کھول دے تو یہ الٹے سیدھے استدلال سے خدا کو دیکھنے کی دھن میں رہنے والے عین اہل سنت والجماعت (مہدویوں) کے خلاف کفر کے فتوے اور خارج از اسلام کے فتوے صادر کرنا بھی ناممکن ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

......﴿☆☆☆﴾......

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اختتامیہ

(ایک نازک الجھن)

معزز ناظرین کرام...... ’’تکمیل دین‘‘ کی گفتگو تو تقریباً سامنے آ گئی ہے لیکن اس موقع پر رخصت ہوتے ہوئے یہ فقیر ایک نازک الجھن کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہے۔توجہ کی ادباً درخواست ہے۔

مفتی صاحبان محترم نے تو الیوم اکملت لکم دینکم کی آیت کے نزول کے ساتھ ہی دین ہر طرح مکمل ہو گیا سمجھ لیا اور اسی کو بنیاد بنا کر کفر اور خارج از اسلام کے فتوے عنایت فرما دیئے۔

لیکن قدرت کا کھیل بھی عجب کھیل ہے کہ خود ان مفتی صاحبان کو یہ محسوس نہ ہوسکا کہ الیوم اکملت لکم دینکم..... سے ہر طرح دین کی تکمیل مراد لے کر قرآن کریم کی شدید توہین کر دی۔ اور رسول اکرم ﷺ کی شان میں شدید گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔

کیونکہ ان مفتی صاحبان ہی کی فہم کے مطابق دین تو ہر طرح مکمل ہو گیا لہٰذا اس آیت کے بعد نازل ہونے والی قرآن کی آیتیں قرآن سے خارج......اور دین سے خارج قرار پائیں گی (جیسا کہ پچھلے صفحات میں واضح کیا گیا ہے) ظاہر ہے اس سے زیادہ قرآن کریم (کلام اللہ) کی توہین اور کیا ہوسکتی ہے؟

بالکل اسی طرح اس آیت سے ہر طرح دین مکمل ہو گیا سمجھ لینے سے مفتی صاحبان

کو یہی اصول کے تحت اس آیت کے بعد کی رسول کریم ﷺ کی زندگی مبارک اور اس مدت کی ساری احادیث جو ہم تک پہنچی ہیں دین سے بے تعلق بلکہ دین سے خارج قرار پائیں گی۔(کیونکہ بحثیت نبی تو آپ کا کام مکمل ہو چکا اور آپ نے دین پہنچانے کا کام بھی مکمل فرمادیا اور مزید یہ کہ اعلان بھی فرمادیا جس کی مسلمانوں نے میدان عرفات میں گواہی بھی دیدی۔لہٰذا اس کے بعد کی حیات مبارکہ مقصد نبوت سے بے تعلق ہوگئی۔(نعوذ اللہ)

گویا مختصر الفاظ میں ان مفتی صاحبان سے ایک طرف تو قرآن کی توہین ہوچکی......!! **بلکہ اپنے فتوؤں سے اللہ کے فتوے کو خارج از دین کر کے خود اللہ کی توہین کردی ہے** اور دوسری طرف رسول اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی ہوچکی!!

اہل بصیرت واہل حال ناظرین کرام اس موقع پر خود اندازہ فرماسکتے ہیں کہ ایک اہل اللہ' اہل سنت اور راہ ہدایت قوم پر ناحق وناواجبی طریقہ سے کفر اور خارج از اسلام کے فتوے جاری کرنے کا قدرتاً یہ نتیجہ سامنے آیا کہ خود مفتی صاحبان سے نادانستگی میں اللہ تعالیٰ کی' قرآن کریم کی اور رسول اکرم ﷺ کی شان میں شدید ترین توہین و گستاخی سرزد ہوگئی۔

اب خدا کے لئے' قرآن کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے لئے فیصلہ فرمائیں کہ ان مفتی صاحبان کے فتوؤں کا موجودہ موقف کیا ہے فتوے غیر موثر' غیر متعلق وغیر منطبق اور ساقط الاعتبار ہوگئے کہ نہیں؟

اور ساتھ ہی خدا کے لئے قرآن کریم کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کو گواہ رکھ کر فیصلہ فرمائیں کہ ان فتوؤں سے اللہ تعالیٰ کی' قرآن کریم کی توہین اور رسول اکرم ﷺ کی شان میں شدید گستاخی ہوئی ہے کہ نہیں؟

لازماً تسلیم کرنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی' قرآن کریم کی توہین اور رسول اکرم ﷺ

کی شان میں گستاخی سرزد ہوگئی ہے!!!

اگر ایسا تسلیم نہیں کرنا چاہتے ہیں تو **الیوم اکملت لکم دینکم** کے بعد نازل ہونے والی آیتوں کو قرآن سے نکال دیجئے یا پھر یہ بتایئے کہ دین مکمل ہوجانے کے بعد آنے والی آیتوں کو بحیثیت دین قرآن میں کیوں شامل رکھا گیا ہے؟

بالکل اسی طرح یہ بھی بتایئے کہ "**الیوم اکملت لکم دینکم**" کی آیت نازل ہوجانے کے بعد رسول اکرم ﷺ کی زندگی و نبوت کا کیا موقف ہے؟

اب مفتی صاحبان خود غور فرمالیں کہ اس توہین خدا، توہین قرآن اور گستاخی رسولؐ کا ازالہ کس طرح کر سکتے ہیں...... بلا شبہ یہ فقیر قطعاً اس قابل نہیں ہے کہ اس پر کوئی فتویٰ دے یا احکام بتائے۔

البتہ یہ فقیر اتنا ضرور بتا سکتا ہے کہ اس نادانستہ غلطی کے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں، توبہ کریں۔ اور ساتھ ہی یہ فقیر تہہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان مفتی صاحبان کی نادانستہ غلطی کو معاف فرمائے اور ان کو حق بات سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعة ورانا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه .

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

خاکپائے

حضرت فاضل العصر پیرومرشد مولانا سید عبدالحئی حافظ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حقیر وگندہ فقیر سید فضل اللہ حافظ

۱۵؍شعبان المعظم ۱۴۱۴ھ م ۲۸؍جنوری ۱۹۹۴ء یوم جمعہ

......﴿☆☆☆﴾......